1986
406
11
اگست ۸۶

قد افلح من تزکّی وذکر اسم ربہ فصلّی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

المجاھد من جاھد نفسہٗ (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

# ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدیقِ دوراں مجددِ طریقت مجتہد فی التصوف بحر العلوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلامہ قلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

## دار العرفان منارہ ضلع چکوال

اداریہ

# باادب باملاحظہ ہوشیار!!! اسلام آرہا ہے

نظام مصطفےٰ کی خاطر مارشل لاء لگایا گیا ـــ اور نظام مصطفےٰ یعنی اسلام کا نفاذ شروع ہو گیا ـــ سب سے بڑی پیش رفت یہ ہوئی کہ زکوٰۃ کا قانون لاگو ہو گیا، گو گدایانہ انداز ہی سہی مگر معرض وجود میں تو آگیا ـــ گدایانہ انداز اس لئے کہ کسی گداگر ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ جو دے گا اس کا بھی بھلا اور جو نہ دے گا اس کا بھی بھلا ـــ بالکل اسی طرح زکوٰۃ کا قانون نافذ ہوا کہ جو دے اس کا بھی بھلا جو نہ دے اس کا بھی بھلا اور نہ دیکر بھلا سمیٹنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا ـــ اور ہوتا جا رہا ہے۔

اس طرح کے اسلام کے نفاذ پر ہمارے سیاسی حضرات مطمئن نہ ہوئے اور زنانی دینے لگے کہ مارشل لاء کو رخصت کرو جمہوریت کے بغیر اسلام نافذ نہیں ہو سکتا مارشل لاء ون مین شو ہے ـــ فرد واحد بھلا اسلام نافذ کر سکتا ہے۔

جمہوریت آئی انتخابات ہوئے ـــ قوم نے اسلام نافذ کرنے کیلئے اپنے نمائندے تلاش کئے چُنے اور اسمبلیوں میں بھیجے تاکہ جمہوریت کے ذریعے اسلام نافذ ہو ـــ لیجئے جمہوریت نے اسلام نافذ کرنا شروع کر دیا ـــ اب ذرا دیکھئے اسلام کس شان سے آیا ہے

۱ ـــ رمضان المبارک میں ایک خبر شائع ہوئی ـــــــــــــــ

(کراچی) ممتاز پاکستانی فنکاروں پر مشتمل ایک ثقافتی طائفہ عید کے روز سے دوبئی میں اپنے فن کا مظاہرہ کرے گا ـ منگل کو یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وفد کے سربراہ میوزک ڈائریکٹر محسن رضا نے بتایا

کہ اس ثقافتی طائفے میں گلوکار مہناز، گلوکار غلام عباس، اداکارہ رقاصہ نازیہ حفیظ، گلوکارہ مہوش اور مزاحیہ فنکار ملک انوکھا اور عابد خان شامل ہیں انہوں نے کہا کہ اس ثقافتی طائفہ میں ایسے فنکاروں کو شامل کیا گیا ہے جو حقیقی معنوں میں عرب امارات میں پاکستانی ثقافت کو روشناس کرا سکیں۔ (جنگ کراچی مورخہ ۴ جون ۱۹۸۶ء)

مُبارک کام کیلئے مُبارک وقت کا انتخاب نہایت مناسب ہوتا ہے پاکستان جو اسلام کا قلعہ ہے اس کی ثقافت لازماً اسلامی ثقافت ہے اور اسلام کی بنیاد قرآن وسُنّت ہے۔ لہٰذا یہ طائفہ قرآن وسُنّت کی سکھائی ہُوئی حقیقی ثقافت کا نمائندہ ہے۔ اب یہ لوگ گویا عرب امارات کو بتائیں گے کہ قرآن وسُنّت تو نازل اس لئے ہُوا تھا کہ بھانڈ ڈوم اور ناچے تیار کرے، مال کونس، کدارا، بھیرویں دیپک راگ سکھائے اور عربوں کو بتائیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو بھیجے ہی اس لئے گئے تھے کہ صنفِ نازک کو تھرکنا ناچنا اور دعوتِ گناہ دینے کا سلیقہ سکھائیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

یہ خبر کیا ہے جمہوریت کی طرف سے اعلان ہے کہ اسلام کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔

۲۔ جمہوریت نے پہلا اسلامی بجٹ پیش کیا۔ اور یہ مژدہ جانفزا سنایا۔

"خاندانی منصوبہ بندی کیلئے موجودہ بجٹ میں ۵۸ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے جبکہ سال سابق میں یہ رقم ۸ کروڑ تھی۔"

نفاذِ اسلام کا دوسرا اقدام ملاحظہ ہو قرآن وسُنّت کی مخالفت اللہ اور رسُول کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہوئے اس جنگ کے اسلحہ کی خاطر ۵۸ کروڑ روپیہ صرف کیا جائے گا۔ گذشتہ برس فردِ واحد اسلام نافذ کر رہا تھا اس لئے ۸ کروڑ پر اکتفا کر لیا اب جمہوریت اسلام نافذ کر رہی ہے لہٰذا ۵۸ کروڑ سے کم کیا ہوسکتا ہے؟

۳ — نوائے وقت ۳ ؍ جولائی —

" پشاور میں مردوں اور عورتوں کے مخلوط رقص کیخلاف سرحد اسمبلی میں مطالبہ کیا گیا کہ اس بے حیائی کو روکا جائے۔ ایوان میں فیصلہ دیا۔ ڈانسنگ ایکٹ ۱۹۷۴ء موجود ہے۔ اس کے مطابق پابندی نہیں لگائی جا سکتی "

— یعنی خدا نا آشنا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی مخالفت نہیں کی جا سکتی اللہ اور رسول کی مخالفت کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور قوم نے ہمیں اسلام نافذ کرنے کیلئے ووٹ دیئے ہیں۔

یہ ۱۹۷۴ء کیا مارشل لائی زمانہ تھا یا جمہوری دور تھا —؟ یہ ایکٹ کس اسمبلی نے پاس کیا تھا — وہ مسلمان تھے یا واہگہ پار سے آئے ہوئے تھے؟ چلو جیسے بھی تھے — مگر تھے اتنے عظیم کہ اسلام بے چارہ کی ان کے سامنے ایک نہ چل بلکہ اسلام اس ایکٹ کے سامنے اُف تک بھی نہ کر سکا۔ بلکہ اسلام کے شیدائی اسلام نافذ کرنے والے ایسے بے بس ہیں کہ اس ایکٹ کے خلاف آواز بھی نہیں اُٹھا سکتے۔

آہ بے چارہ اسلام! اور افسوس بے چارے بے بس مسلمان!

ایک رکن نے فرمایا: — " ناچنا گانا ثقافت ہے۔ کبھی چین سے ناچنے والیاں آئیں گی کبھی ہم بھیجیں گے یہ کیا کباب میں ہڈی ہے ہر وقت اسلام، خدا اور قرآن کی بات کرتے ہیں۔"

یہ رکن کون تھے —؟ وہی جنکو مسلمانوں نے اسلام نافذ کرنے کیلئے ووٹ دیکر رکن بنایا — یہ مغربی جمہوریت کی برکات ہیں جسمیں ووٹر اور نمائندہ کے لئے صرف کوالیفکیشن درکار ہے کہ وہ بالغ ہے — اب ان اسلام کے شیدائی بالغوں نے اسلام نافذ کرنے کیلئے جو ماہر فن نمائندہ چُن کر بھیجا وہ اسلام پر اس قدر فریفتہ ہے کہ اسلام، خدا اور قرآن کا نام سُننا بھی اسے گوارا نہیں — اب کوئی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ یہ اسلام نافذ نہیں

کرے گا — بہرحال خوش ہو جاؤ، ناچو گاؤ کہ اسلام آ رہا ہے.

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا

یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون

سُنتے آئے ہیں کہ جہاں پھول ہیں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں — اسکو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جہاں کانٹے ہوتے ہیں وہاں پھول بھی ہوتے ہیں. جمہوریت کی یہ اسلام دوستی اپنی جگہ لیکن ایک طرف سے ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا بھی آیا ہے — صدر محترم نے بیان دیا ہے یا ہدایت فرمائی ہے کہ اسمبلی شریعت بل پاس کرے.

اُمید ہے کہ صدر صاحب نے دعا بھی فرمائی ہوگی کہ اللہ اسمبلی کو اسکی توفیق عطا فرمائے — آمین

مُدیر

---

# وفیات

ہمارے محترم ساتھی مفتی عبد المنان صاحب کے والد گرامی رحلت فرما گئے ہیں

انا للہ وانا الیہ راجعون

احباب سے گذارش ہے کہ انکی مغفرت کے لیئے دعا فرمائیں

ادارہ

# باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

افادات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب — عبدالغفار ملک

فرمایا — انسان کی نجات کے لیئے درستی عقائد، ایمانیات اور عبادات ضروری ہیں۔

فرمایا — انسان کی نجات کے لیئے مدار عقیدہ پر ہے عقیدہ درست نہیں تو نجات نہیں ترقی درجات کا مدار اعمال پر ہے۔ عقیدہ کی درستی ضروری ہے عقائد میں ۹ چیزیں ضروری ہیں جن کا ہر آدمی کو پتہ ہونا چاہیے۔

(۱) توحید (۲) رسالت (۳) ملائکہ (۴) کتابیں (۵) قیامت (۶) جہاں کا حادث ہونا دُنیا فانی ہے (۷) تقدیر الٰہی کا مسئلہ (۸) خلق میں انتخاب باری تعالیٰ جو کچھ ازل سے منتخب فرمایا ہے ہر چیز اُسی کے مطابق پیدا ہوتی ہے (۹) جنت، دوزخ

فرمایا — چھوٹی چھوٹی چیزیں سب ان میں آتی ہیں، توحید باری تعالیٰ، رسالت، فرشتوں کا ماننا ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ۔

فرمایا — اس کے بعد قیامت کا مسئلہ آگیا۔ قیامت کے بعد تقدیر کا مسئلہ اس کے بعد جنت دوزخ اور باقی سارے عذاب وغیرہ اسمیں آجاتے ہیں۔

فرمایا — توحید باری تعالیٰ، اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، اُس کا کوئی ثانی نہیں اپنی ذات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کا کوئی ہم جنس نہیں اُس کی ذات میں کوئی شریک نہیں اس کے علم میں کوئی شریک نہیں۔

فرمایا — علم باری تعالیٰ حضوری قدیم

ہے۔ قدیم اس کو کہتے ہیں جس کی ابتدا اور انتہا کا کوئی پتہ نہ ہو۔

فرمایا —— مخلوق کا علم حضوری بھی ہے اور حصولی بھی اللہ تعالیٰ کا علم حصولی نہیں ہے حصولی اس علم کو کہتے ہیں پہلے معلوم نہ تھا پھر چیز مل گئی پتہ چل گیا یہ علم حصولی ہے۔

فرمایا —— علم حصولی کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے نہیں ہے۔ وہ علیم و خبیر ہے اس کا علم حضوری قدیم ہے ساری کائنات اس کے سامنے ہے وہ ایک علم سے ہر چیز کو جانتا ہے

فرمایا —— انسان ایک علم کے ساتھ دوسرے کو نہیں سمجھتا۔ ہم انگریزی نہیں جانتے تو انگریز اردو نہیں سمجھتے۔ ہم ایک زبان بولتے ہیں پنجابی تو پشتو نہیں بول سکتے۔

فرمایا —— اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو جتنی بھی ہے ساری کی ساری کو ایک علم سے جانتا ہے اس کا علم ذاتی ہے کسی واسطہ سے نہیں کسی ذریعہ سے نہیں۔

فرمایا —— مخلوق کا علم حضوری بھی ہے حصولی بھی کبھی حادث ہے کبھی حادث نہیں قدیم ہے۔ وحی، الہام، کشف، خواب حصولی علم کے ذرائع ہیں۔

فرمایا —— احکام الٰہی دو طرح کے ہوتے ہیں قربِ فرائض اور قربِ نوافل، قربِ فرائض جو ہیں قربِ نوافل ان پر موقوف ہیں۔ جب تک قربِ فرائض مکمل اور صحیح نہ ہوں ان کی حالت اپنے حال پر درست نہ ہو قربِ نوافل کا اعتبار نہ کیا جائے۔

فرمایا —— قربِ فرائض یہ بنتے ہیں تین قسم کے یہ مدارِ نجات ہیں۔ احکام و قسم کے تین مدارِ نجات دوسرے ترقی درجات، قربِ فرائض جو ہیں نجات کا مدار ان پر ہے قربِ نوافل ترقی کا درجات کا سبب بنتے ہیں۔ ان پر مدار ہے ترقی درجات کا ترقی نہیں ہوتی جب تک یہ درست نہ ہوں

فرمایا —— مدارِ نجات تین چیزوں پر ہے عقائد کی درستی۔ فرائض کی پابندی، حرام حلال کی سمجھ کہ یہ چیز اللہ نے حلال کی ہے اور یہ چیز اللہ اور رسول نے حرام قرار دی ہے۔ عقائد کی درستی کے بعد ان چیزوں پر عمل کرنا ضروری ہے

فرمایا —— شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں میں ہر اس قوم سے بیزار اور بری ہوں جو قرآن کریم کی کسی آیت سے ٹکرائے اور اس قوم سے بھی بیزار اور بری ہوں جو حدیث صحیح کے خلاف ہو اس کا عمل خلافِ سنت ہو اس قوم سے بھی بری اور بیزار ہوں جو خیر القرون کے مسلمانوں کے خلاف ہو آئمہ مجتہدین کے خلاف ہو سوادِ اعظم کے خلاف ہو۔

# اسرار التنزیل

درسِ قرآن شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل اسی شام کی مجلس میں میں نے ایک اصول عرض کیا تھا کہ دین بنیادی طور پر جاننے اور پھر اُن حقائق کو جان کر تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اسی کو ایمان کہتے ہیں تو سب سے پہلے واقفیت پیدا کی جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق آپ کے پیغامات کے متعلق جن میں وجودِ باری صفات باری سے لے کر زندگی موت، مابعد الموت حشر نشر برزخ آخرت جنت دوزخ تمام ضروریات موجود ہیں۔ اُنہیں جانا جائے اور جاننے کے بعد درست تسلیم کیا جائے۔ لیکن اس میں ایک کیفیت بھی ضروری ہے جو میں نے کل عرض کی تھی کہ یہ بات تو ہے علم کی۔ ذہن کی۔ مگر دل کی کیفیت بھی اِس کے ساتھ ضروری ہے جو ہے حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جس کا مطالبہ قرآن کریم بھی کرتا ہے اور خود حضور کی حدیث پاک بھی مطالبہ کرتی ہے کہ تمام فطری اور جذباتی محبتوں سے بڑھ کر عقلی اور شعوری طور پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہو اور اتنی مضبوط ہو کر باقی محبتیں اِس پر قربان کی جا سکیں۔

جاننا اور ماننا اور یوں ماننا کہ پھر اُسے ٹوٹ کر چاہنا اِس سے ایمان مکمل ہوتا ہے اور جتنا کوئی زیادہ علم میں وسعت اختیار کریگا۔ تحقیق کریگا۔ آگے چلا جائے گا، اتنا ہی

اس کا ایمان روشن ہوتا چلا جائے گا۔ اسی طرح اُس کی محبت بڑھتی چلی جائے گی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نوعِ انسانی کے لیئے بالعموم اتنے کریم ہیں کہ کوئی فردِ انسانیت کا اپنے لیئے اتنی فکر نہیں کرتا جتنی نوعِ انسانی کی فکر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں اور مُسلمانوں کے لیئے بالخصوص رؤف بھی ہیں رحیم بھی ہیں۔

تو آج بھی اِس مجلس میں مختصراً میں صرف ایک بات عرض کرنا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ خطا کا نہ ہونا یا بالکل خطا سے پاک ہونے کا تصوّر عام انسان کے لیئے محال ہے کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی جگہ بھول چوک ہو جاتی ہے۔ گناہ کا صادر ہو جانا یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ مطلقاً گناہ کا یا خطا کا نہ ہونا یہ خاصہ نبوّت کا ہے اور نبی کو چونکہ اسی حیاتِ مستعار میں بھی اس دنیوی زندگی میں مکالمہ باری نصیب ہوتا ہے اور کلامِ باری کا یہ خاصہ ہے کہ جسے اللہ سے کلام نصیب ہو وہ بالکل طیب، طاہر اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے یعنی کلامِ الٰہی کا خاصہ یہ ہے کہ کسی آلودہ وجود کو کسی آلودہ رُوح کو اللہ جلشانہ سے ہمکلامی کا شرف حاصل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ آخری عذابوں میں میدانِ حشر میں بدکاروں کو اور کفار کو یہ بھی بات سُنائی گئی ہے تنبیہ لا یکلمھم اللہ کہ تم ایسے لوگوں سے اللہ کریم کلام ہی نہیں فرمائیں گے یعنی کلامِ الٰہی اتنا انعام ہے کہ اگر کسی کو میدانِ حشر میں شرفِ کلام نصیب ہو جائے تو اُس کی نجات کے لیئے اُس کے جنت جانے کے لیئے اُس کے قربِ الٰہی کو پانے کے لیئے یہی بہت بڑا انعام ہے۔

تو جنہیں دوزخ جانا ہو گا اُنہیں براہ راست مکالمہ باری نصیب نہ ہو گی لا یکلمھم اللہ اللہ اُن سے کلام نہیں کرے گا۔ سوال اور جواب بھی الگ ہونگے تو وہ بالواسطہ ہونگے براہ راست شرفِ ہمکلامی نصیب نہ ہو گا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ صرف اس لیئے کہ اُنہیں مکالمہ باری نصیب ہوتا ہے یہی اُن کی عصمت پہ بڑی روشن اور بڑی واضح اور بڑی کافی دلیل ہے، انبیاء کے بعد کسی سے بھی خطا کا ہو جانا عجیب بات نہیں ہے کہ انسان سے کہیں کسی جگہ کوئی لغزش ہو جائے تو وہ لغزش اُسے بالکل ہی نا اُمید کر دے اور وہ نیکی کا راستہ چھوڑ بیٹھے۔ یہ درست نہیں، خطا کا ہو جانا ممکن ہے لیکن خطا کو ہمیشہ بنا لینا مومن کو زیب نہیں دیتا۔ غلطی کا ہو جانا ممکن ہے لیکن اس غلطی

کو اپنی روزمرہ کی عادات میں داخل کر لینا یہ ایمان کے منافی ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے لم یصروا علیٰ ما فعلوا جو کر بیٹھتے ہیں اس پر اصرار نہیں کرتے اس کی تکرار نہیں کرتے اسے اپنا معمول نہیں بنا لیتے اس سے بچنے کا ایک نسخہ جو حکماء دین نے اور علمائے مقتدین نے ارشاد فرمایا ہے وہ بڑا عجیب ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس گناہ میں کوئی مبتلا ہو جائے اسے چاہیے کہ اس جرم کی برائیاں بیان کرے لوگوں کو اس سے روکے۔ تو اس کا ردِعمل فطری طور پہ یہ ہوگا کہ خود اس کی طبیعت اس سے متنفر ہو جائے گی اور خود اسے اللہ کریم بچنے کی توفیق عطا فرمائیں گے۔ ایک شخص نماز ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے سستی کرتا ہے تو جس مجلس میں بیٹھے احباب سے ملے وہاں یہ بات ضرور بیان کرے کہ نماز میں سستی اور کوتاہی نہیں کرنا چاہیے کس طرح سے کسی اندازِ بیان کے مطابق یا نماز نہیں پڑھتا تو احباب میں بیٹھ کر یہ تلقین شروع کر دے کہ میاں نماز دین کا رکن ہے ایک بنیاد ہے نماز ضرور پڑھنی چاہیے تو وہ فرماتے ہیں اس کا ردِعمل یہ ہوگا کہ اس کا اپنا مزاج اس کا اپنا ضمیر اس کے اپنے اندر کا انسان یہ کہے گا کہ بھئی چل پہلے تو بھی تو پڑھ۔ لوگوں سے کہتا ہے تو خود کیوں نہیں پڑھتا۔ دوسرا ردِعمل یہ ہوگا کہ گناہ کو چھوڑنا سہل ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں مثلاً ذکر میں معمولات میں سستی شروع ہو جاتی ہے۔ انسان نہیں کر پاتا کبھی دو دن ناغہ تو کبھی چار دن ناغہ تو جب دوستوں کے پاس یا اپنی کسی محفل میں بیٹھے تو ذکر کی برکات بیان کرے۔ نہ کرنے کے نقصانات بیان کرے انہیں سمجھائے کہ میاں تم ذکر سے غافل نہ ہوا کرو۔ ذکر کیا کرو، اور ذکر کے فوائد ہیں اور نہ کرنے کے یہ نقصانات ہیں تو اس کا ایک ردِعمل ہوگا۔ اول تو حق ادا ہو گیا تبلیغ کا اور اللہ کریم کی طرف سے اجر عطا ہوگا اس کا، ممکن ہے ان میں سے بھی کسی کی اصلاح ہو جائے تو یہ بھی بہت بڑا کام ہے لیکن یہ یقیناً ہوگا کہ اس کا اپنا طریقہ کار درست ہو جائے گا۔ اس کی اصلاح ہو جائے گی۔

یہ ایک بنیادی طریقہ ہے اپنی اصلاح کا۔ کہ جو کمزوری اپنے میں نظر آئے کمزوری کا پتہ تب چلتا ہے جب انسان اپنا تجزیہ کرتا ہے اگر اپنا محاسبہ نہ کرے اپنے اعمال کو اپنی مصروفیات کو دیکھے یا پرکھے نہیں۔ تو پھر ممکن نہیں

یہ کام اتنا ہمہ وقتی ہے اتنا ہمہ وقتی ہے

اور خصوصاً اِس دور میں اس کی ضرورت
اس قدر بڑھ گئی ہے کہ حد ہو گئی ہے۔
میں اپنی طرف سے اپنی جگہ مجھے یہ خیال ہے یا تھا
کہ میں بڑا زیادہ وقت دیتا ہوں جماعت کو اور
میں اپنے حساب سے جو میری اپنی مصروفیات
ذاتی ہیں کاروبار ہے گھر کے کام کاج ہیں،
زمینداری ہے کاشتکاری ہے، رشتہ داروں
کو ملنا، شادی بیاہ پر یا کسی کے مرنے زندہ
ہونے پر تو اُن ساری مصروفیات کے لیے میرے
پاس بہت تھوڑا وقت بچتا ہے آپ
حضرات کے سامنے ہیں۔ پروگرام جو ہوتے
ہیں اور میرے دنیوی کام یا کاروبار ہے اس
میں بہت نقصان اٹھاتا ہوں خود ہوتا
نہیں تو وہ صحیح طرح ڈھب پر نہیں چلتے
اس کے باوجود دربارِ نبویؐ سے جو حکم میرے
نام آیا ہے اس میں ایک شق یہ بھی ہے
کہ جماعت کیلئے وقت کو بڑھا دو — تم ابھی
تھوڑا وقت دیتے ہو — اللہ اللہ، اللہ کریم
توفیق عمل دیں اور خطاؤں سے درگذر فرمائیں
آپ اندازہ فرمائیں اس کی اہمیت کا اور
اس کیلئے کام کرنے کی بھاری نوعیت کا —
علی احمد یہاں تشریف رکھتے ہیں بارگاہِ نبویؐ میں
حاضر ہوئے روضۂ اطہر پر تو جو ارشادات فرمائے
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن میں ایک یہ
بھی ہے کہ اپنے وقت کو جماعت کیلئے
بڑھا دو کم وقت دے رہے ہو۔

اِس سے اِس بات کا اندازہ ہوتا
ہے کہ اِس موضوع پر وقت دینے کی کس
قدر ضرورت ہے — اور آپ اپنے اِرد گرد
دیکھیں اپنے ماحول میں دیکھیں۔ اپنے معاشرے
میں دیکھیں — اِس شہر کو دیکھیں یہاں کتنے
مسلمان بستے ہیں اور آپ اپنے ذکر کرنیوالوں
کی تعداد تو کوئی بنائیں — کیا کوئی نسبت بنتی ہے
آپ کے ساتھ آپ کے علاوہ کتنے لوگ خلوص سے
اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ آپ ساری
دینی جماعتوں کو شامل کر لیں تو اِس دس
کروڑ کی آبادی میں آپکی نسبت کتنی بنتی ہے
تو جب یہ حال ہے کہ کوئی قابلِ تعداد ہی
نہیں — تو میری عرض یہ ہے کہ آپ جو
اللہ اللہ کرنے پر معذرت خواہانہ
رویہ اپنائے ہوئے ہیں یہ درست نہیں ہے
اس دور میں جو چور ہے — ظالم ہے — ڈاکو
ہے — آپ اس سے پوچھیں کہ تم ڈاکہ کیوں
ڈالتے ہو — اس نے ڈاکہ ڈالنے کیلئے جواز
بنا رکھا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے مجھے حق حاصل ہے
میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے یہ ہوئی ہے

ہیں معاشرے کے ساتھ اسی طرح کروں گا چور نے چوری کرنے کیلئے اپنے پاس جواز بنا رکھا ہوتا ہے اب آپ دیکھیں لوگوں نے وڈیو فلمیں دکھانے کیلئے تو محنت کرتے ہیں لوگ احباب کو بلاتے ہیں کہ میرے ہاں آئیں میرے ہاں آئیں۔ سینما دیکھنے کیلئے بلاتے ہیں کھیلوں کے لیئے بلاتے ہیں نہایت ہی مہذب جو آدمی ہوگا وہ کم ازکم گیمز کے لیئے کھیلوں کیلئے واکس کے لیئے وقت تو نکالتا ہے۔ ان ساری مصروفیات میں عرض یہ ہے کہ ہر ایک ساتھی جماعت کا ذکر کی دعوت کیلئے ذکر کے فوائد بیان کرنے کیلئے ذکر کے نہ کرنے کے نقصانات بیان کرنے کے لیئے اپنے حلقہ اثر کو جن سے ملنا ہو اُن سے بات کرنے کے لیئے ضرور وقت نکالے۔

یعنی اپنے باقی معمولات میں ایک معمول یہ بھی شامل کر لیں اگر کبھی اور کہیں بھی کسی سے ملاقات نہ ہو تو اُس دن کا درس اپنے بچوں کو ہی بٹھا کر دے دیں۔ چھوٹے چھوٹے اُن معصوم ذہنوں میں ہی یہ بات ڈال دیں کہ دیکھو بیٹا ساری مصروفیتوں میں ایک مصروفیت یہ بھی ہے کہ کچھ دیر کچھ لمحے بیٹھ کر اللہ اللہ کی جائے اور اپنا دل جو ہے اُسے ذاتِ باری کی طرف متوجہ کیا جائے۔ یعنی بجائے اس کے کہ سارا دن خالی جائے اگر کسی سے کوئی ملاقات نہ ہو تو بچوں کو گھر والوں کو والدین کو بہن بھائیوں کو کسی نہ کسی سے اس موضوع پہ بات کریں اس کا فائدہ آپکو یہ ہوگا کہ آپکے معمولات میں باقاعدگی آجائے گی۔ اور یہ کوئی مشکل بات بھی نہیں ہے کہ یہاں اگر ہم بیس آدمی بیٹھے ہیں تو ہر آدمی محنت کر کے ایک سال میں ایک آدمی کو اللہ اللہ پہ لگالے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے ایک سال اگر محنت کی جائے تو کیا ہم دس ہزار آدمی اللہ اللہ کرتے ہیں تو سال بعد بیس ہزار نہیں ہو سکتے۔

آپ دیکھیں بُرائی کتنی تیزی سے پھیل رہی ہے آپکے اردگرد اور چند سالوں میں ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اتنی وسعت آئی ہے گذشتہ آٹھ دس سالوں میں آپ دیکھیں کہ دنیا کیا سے کیا ہوگئی ہے۔ یہی راولپنڈی مجھے یاد ہے یہاں ہُو کا عالم تھا۔ یہ شہر مجھے یاد ہے میں حضرت جی کے ساتھ تھا۔ آزاد کشمیر میں ہم گئے۔ غالباً وہ اٹھاون یا انسٹھ ہوا اسی طرح کا سال تھا ۱۹۵۹ء کی بات ہے یا اٹھاون کی اسی طرح کا سال تھا۔ یہ سکوٹر جو متعارف ہو رہا تھا یہاں پہلے سکوٹر نہیں ہُوا کرتے تھے

سکوٹر نئی سواری آئی تھی، اُن دنوں آزاد کشمیر سے ہم پلٹے یہاں پنڈی میں ٹھہرنا پڑا، اُس وقت تو ذرائع آمدورفت عام نہیں تھے. یہاں راجہ بازار سے بسیں جاتی تھیں آزاد کشمیر کو اور پھر یہاں بجلی گھر میں ایک مولانا ہُوا کرتے تھے، حضرت کے شاگردوں میں سے رات کو انہی کے گھر میں پاور ہاؤس میں ٹھہرے اور صبح پنجاب کی بس پہ ہم بیٹھے —— ایک حضرت جی تھے اور ایک میں تھا تو مجھے بڑا یاد ہے کسی نے وہاں سکوٹر کھڑا کیا ہُوا تھا بس میں بیٹھے وہ نظر آرہا تھا، تو حضرت نے مجھ سے پُوچھا تھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ ایک شے نظر آرہی ہے یہ کیا ہے میں نے عرض کی حضرت یہ موٹر سائیکل ہی کی شکل ہے سواری ہے فرمایا اس کی تو شکل اور جیسی ہے اور اس میں ڈنڈے ونڈے بھی نہیں ہیں میں نے عرض کی حضرت بنیادی طور پر انہوں نے عورتوں کے لیئے بنائی ہے وہ ایک ایسا لباس پہنتی ہیں گول سا — اسی طرح کی بات چلی تو حضرت فرمانے لگے یہ صرف سواری عجیب نہیں ہے، پتہ نہیں یہاں کیا ہونے والا ہے کہ مجھے یوں نظر آرہا ہے کہ اس شہر میں اور اس کے اردگرد بے شمار بندر اور بندریاں ہیں اور بدکاری میں مصروف ہیں اور بُرائی پھیل گئی ہے۔

ابھی تک دارالخلافہ یہاں منتقل ہونے کی بات کسی کے ذہن میں نہیں تھی. اس صدر والے اڈے میں پنجاب کی بس کے اندر بیٹھے ہُوئے حضرت جی نے فرمایا کہ کشفاً تو مجھے یوں نظر آتا ہے کہ یہ شہر جو ہے کسی مصیبت کی زد میں ہے بے شمار بندر اور بندریاں یہاں جمع ہوگئی ہیں نہ صرف شہر میں بلکہ دُور دُور تک بُرائی پھیل رہی ہے اور وہ فحش گوئی میں مصروف ہیں۔

اس کے بعد ہی دیکھ لیں کہ صرف یہ شہر وہ شہر نہیں رہا کتنی تبدیلی آئی ہے اور اپنے ساتھ کتنی سہولتیں بھی لائی ہے ان سہولتوں کے ساتھ کتنی قباحتیں لائی ہے جن سے یہ زمین واقف نہ تھی کہ ایسا بھی ہوگا.

تو اس حالت میں ہماری کارکردگی کی رفتار یہی رہی کہ ایک آدمی کو ہم اللہ اللہ سکھائیں اُس کو اس راستے پہ لگائیں آٹھ سال دس سال بیس سال ساتھ چلتا رہے پھر وہ یہی اُمید رکھے کہ یہ لوگ جب مجھے بلانے آئیں گے ذکر کرلوں گا اگر یہ نہیں آسکے تو میرا پرابلم نہیں ہے یہ بڑی زیادتی ہے آپ خود خیال فرمائیں کہ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے اپنے آپ کے ساتھ بھی اور دین کے ساتھ بھی.

تو میں آپ سے یہی چاہوں گا کہ ہم میں سے ہر

ایک کو اپنے معمولات میں ایک اس بات کا اضافہ کرنا ہوگا ایک تو یہ طریقہ کار بنالیں کہ جو خطا ہوتی ہو جسے آپ سمجھتے ہیں کہ مجھ سے خطا ہو جاتی ہے اس پر جو ارشادات پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں جو علمائے متقدین کے اقوال ہوں ارشادات ہوں سلف صالحین کے جو ارشادات ہوں ان کو تلاش کریں، جمع کریں، کتابوں میں سے احباب سے پوچھیں اور صرف پوچھ کر بس نہ کریں پھر ان کو آگے دوستوں میں بیان کیا کریں اس کا فائدہ ایک یہ ہوگا کہ بفضل اللہ اپنی اصلاح ذاتی ضرور ہو جائے گی اور عین ممکن ہے اس سے کوئی دوسرا بھی مستفید ہو، ایک بات۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ اللہ میں ذکر اذکار میں معذرت خواہانہ رویہ چھوڑ دیں بلکہ اس پر فخر کیا کریں مجھ پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اللہ کے انعامات میں سے اسی کو بھی بطور شکر نعمت کے ضرور بیان کیا کریں مجھے تو بھئی اللہ کا احسان ہے دن بھر میں یا دن رات میں چوبیس گھنٹوں میں آدھا گھنٹہ بیس منٹ ایک گھنٹہ وقت ملجاتا ہے صرف اللہ کے نام دہرانے کا اللہ اللہ کرنے کا۔ اور اسی کے فوائد اور نہ کرنے کے نقصانات کو تلاش کر کے اپنے پاس جمع کریں اور وہ دوسروں تک بھی پہنچائیں جنہیں آپ عزیز رکھتے ہیں، اُن کا حق بنتا ہے کہ آپ اُن تک پہنچائیں اور جن کے پاس آپ بیٹھتے ہیں اُس مجلس کا بھی ہر شخص کا حق ہوتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی دو آدمی کسی جگہ اکٹھے ہوں اور وہ بات کریں اور بات ختم ہو جائے اور وہ منتشر ہو جائیں اور اس پورے وقت کے دوران خدا کا ذکر نہ آئے تو اس ملنے ملانے، اُٹھنے بیٹھنے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔ یعنی کم از کم کوئی ذکر اللہ کریم کا ضرور ہو اس لئے مُسلمان کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ، وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ کہنے کا حکم ہے کہ یہ الفاظ جو ہیں کم از کم اس کی جگہ قائم مقام ہو جائیں بات کرتے ہوئے انشاء اللہ یا الحمد للہ کہہ دینا۔ لیکن یہ صرف خانہ پُری ہے کہ مجلس بالکل خالی نہ رہی مقصد کو ادا نہیں کرتے مقصد یہ ہے کہ ایک دوسرے کو مُسلمان تلقین کیا کریں اللہ کی عبادت کی نیکی کی اچھائی کی، اللہ کے ذکر کی، اللہ کی یاد کی،

تو اس پر آپ شکر ادا کیا کریں معذرت خواہانہ رویہ چھوڑ دیں، اس بات سے مجھے کوفت ہوتی ہے کہ ہم کیوں اس بات سے گھبرائیں کہ ہم تو جی اللہ اللہ کرتے ہیں اور اس بات پہ بڑا جی خیر ہے جی کرلیں گے نہیں ایسا نہیں یہ کہیں کہ ہم

ضرور کرتے ہیں اور اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے اس لئے کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے اسی لئے کرتے ہیں کہ دین کی بقاء کیلئے یہ ضروری ہے اور اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ارکان دین میں سے ہے تو اسی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو آپ کا وہ حق ادا ہوتا رہے گا جو ہر مسلمان پہ فرض ہے کہ دین کو دوسروں تک پہنچائے۔

اور دوسرا بفضل اللہ اس کے نتیجے میں اللہ کی رحمت اللہ کے انعامات آپکی طرف متوجہ ہونگے اور اپنے لئے راہ عمل آسان ہوجائے گا اور اصلاح کا آسان ترین نسخہ بھی ہے۔

اللہ کریم ہم سبکو حاضر وغائب تمام احباب کو عامۃ المسلمین کو نصیب فرمائے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

# استدعا

یہ المرشد کا آخری شمارہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپکا سالانہ چندہ برائے سنہ ۱۴۰۶ھ ختم ہوگیا ہے۔ براہ کرم اگلے سال کا زرسالانہ مبلغ پچاس ۵۰ روپے بلاتاخیر ارسال فرمائیں تیسرا شمارہ بذریعہ وی۔ پی بھیجا جائے گا جسکو چھڑانا آپکی اخلاقی ذمہ داری ہوگی

احباب نوٹ فرمالیں کہ "المرشد" کا جاری رہنا آپکے تعاون پر منحصر ہے اور ہماری سستی کا یہ عالم ہے کہ نئے ساتھیوں کا چندہ بھجوانا تو دور رہا ہم اپنا بھی بہت دیر بعد ادا کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اندرون ملک | ۵۰ روپے |
| متحدہ امارات | ۱۴۰ روپے |
| سعودی عرب، کویت، یمن، بھارت | ۱۳۰ روپے |
| یورپ | ۱۵۰ روپے |
| لیبیا | ۱۶۰ روپے |
| امریکہ وکینیڈا | ۱۸۰ روپے |

ادارہ

# فضائل عشرۂ ذی الحجہ و اعمالہا

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی طاق اور جفت کی ——————

فرمانِ نبویؐ ہے اس آیت میں لیالِ عشر سے عشرۂ ذی الحجہ مُراد ہے وتر طاق سے عرفہ کا دن اور شفع جفت سے قربانی کا دن مراد ہے۔

ماہ ذی الحجہ سال کا بارھواں مہینہ ہے۔ اس مہینے کے شروع کے دس دن کی بہت فضیلت ہے اوران میں سے بھی عرفہ یعنی نویں تاریخ کی باقی دِنوں سے زیادہ فضیلت ہے۔ فرمانِ نبویؐ ہے "ایسے کوئی دِن نہیں ہیں جن میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو ان دِنوں سے زیادہ پسند ہو" ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "کوئی دن ایسے نہیں ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہو۔ اس کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر شب لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے خصوصاً عرفہ کے روزہ کا" اوران دنوں میں عملِ صالح صرف اس لیے افضل ہے کہ یہ بیت اللہ اور مسجدِ حرام اور مکہ مکرمہ کی زیارت کے دن ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دِنوں میں سے جمعہ کو اور سال کے بارہ مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور پھر رمضان المبارک کے تین عشروں میں سے عشرۂ اخیرہ کو خاص فضیلت بخشی ہے اسی طرح ذی الحجہ کو پہلے عشرہ کو بھی فضل و رحمت سے کا عشرہ قرار دیا ہے اوراسی لیے حج انہی ایام میں رکھا گیا ہے۔ بہرحال یہ رحمت خداوندی کا خاص عشرہ ہے ان دنوں میں بندے کا ہر نیک عمل

اللہ تعالےٰ کو بہت محبوب ہے۔ عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت کی وجہ سے علمار کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے یہ منت مانی کہ میں سال کے افضل ترین دنوں میں روزے رکھوں گا تو اسکو چاہیے کہ عشرہ ذی الحجہ میں روزے رکھ کر منت پوری کرے اور اگر کسی نے یہ منت مانی کہ سال میں کسی ایک افضل دن کا روزہ رکھوں گا تو وہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھ کر منت پوری کرے لیکن یہاں یہ یاد رہے کہ ان دنوں کے روزوں کی فضیلت ماہ رمضان کے روزوں کے بعد ہے اور راتوں کی فضیلت ماہ رمضان کی شب قدر کے بعد ہے

ذی الحجہ کے نویں دن کو عرفہ کا دن کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ سال بھر کے دنوں میں عرفہ کا دن افضل ہے، فرمان نبوی ہے کہ عرفہ کا روزہ ہزار روزوں کے برابر ہے"

نیز ارشاد فرمایا؛ ——————

"جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پے درپے دو سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے"

ازواج مطہرات سے منقول ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ذی الحجہ کے نو دن، دسویں محرم اور ہر ماہ کے تین دن کے روزے اکثر و بیشتر رکھا کرتے تھے۔

## قربانی

خدا تعالیٰ کے نزدیک نحر کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ عمل کوئی نہیں ہے۔ قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت حاضر ہوگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ خدا تعالےٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے لہٰذا قربانی دل کی خوشی اور پوری آمادگی سے کرنی چاہیے دس درہم کا قربانی کا جانور خرید کر ذبح کرنا ہزار درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے کیونکہ جو قرب الٰہی خون بہانے سے حاصل ہوتا ہے وہ خیرات کرنے سے نہیں ہوتا۔ ہر وقت ایک عبادت کے ساتھ خاص ہوتا ہے اور اس دن میں وہ عبادت مخصوص ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔

## حجامت وغیرہ سے پرہیز

جو شخص قربانی کی وسعت نہ رکھتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قربانی کے دن اپنے بال کٹوائے، ناخن کٹوائے، خط بنوائے اور زیر ناف کے بال لے خدا کے نزدیک اس کا یہی عمل قربانی کا قائم مقام بنجائے گا، جو شخص بھی قربانی کا ارادہ کرے وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد نہ جسم کے کسی حصے کے بال کاٹے اور مونڈے اور نہ ناخن کتروائے پھر جب قربانی کا جانور ذبح کرلے تو بال اور ناخن وغیرہ بنوائے یہ عمل مسنون ہے۔

## ذکرِ الٰہی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نہ کوئی دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہے اس عشرہ سے اور نہ کسی میں عمل کرنا ان میں عمل کرنے سے افضل ہے، پس (خصوصیت سے) کثرت رکھو ان میں: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کی کیونکہ یہ تہلیل و تکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں"

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس عشرہ کے نیک عمل دوسرے دنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، پس ان دنوں میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَر، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کی کثرت رکھو۔

عرفہ کی فجر کی نماز کے بعد سے تیرہ تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے ہر مرد و عورت کو یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد اس کو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔ گویا کل تئیس نمازوں میں یہ تکبیر پڑھی جائے گی

## شب بیداری

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بیدار رہا، عیدین کی دونوں راتوں میں طلبِ ثواب کے لیے اس کا دل نہ مرے گا جس دن سب دل مریں گے۔

---

## اخلاصِ نیت

اسلام سے پہلے لوگ قربانی کر کے اس کا گوشت بیت اللہ کے سامنے لا کر رکھتے تھے اور اس کا خون بیت اللہ کی دیواروں پر ملتے تھے قرآن نے بتایا خدا کو تمہارے اس گوشت اور خون کی ضرورت نہیں اس کے یہاں تو تمہارے وہ جذبات پہنچتے ہیں جو ذبح کرتے وقت تمہارے دلوں میں موجزن رہتے ہیں۔ قربانی اس حقیقت کا نام ہے کہ ہمارا سب کچھ خدا کے لئے اور اسی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے ہے۔ قربانی کرنے والا صرف جانور کے گلے پر چھری نہیں پھیرتا بلکہ وہ ساری ناپسندیدہ خواہشات کے گلے پر چھری پھیر کر ان کو ذبح کر ڈالتا ہے۔ اس شعور کے بغیر جو قربانی کی جاتی ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کی سنت نہیں بلکہ ایک قومی رسم ہے جس میں گوشت پوست کی فراوانی تو ہوتی ہے لیکن وہ تقویٰ ناپید ہوتا ہے جو قربانی کی رُوح ہے۔ غرض کہ اعمال و عبادات کی قبولیت تقویٰ اور خوفِ خدا پر موقوف ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف متقی لوگوں کا عمل ہی قبول کرتا ہے۔ ہابیل و قابیل کی باہمی گفتگو میں ایک

ایسا جملہ آگیا ہے جو ایک اہم اصول کی حیثیت رکھتا ہے کہ اعمال و عبادات کی قبولیت تقویٰ اور خوفِ خدا پر موقوف ہے جسمیں تقویٰ نہیں اس کا عمل قبول نہیں۔ اسی وجہ سے علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عبادت گذاروں اور عمل کرنے والوں کے لیئے بڑا تازیانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عامر بن عبداللہ رضؓ اپنی وفات کے وقت رو رہے تھے لوگوں نے عرض کیا آپ عمر بھر اعمال صالحہ اور عبادات میں مشغول رہے پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا تم یہ کہتے ہو اور میرے کانوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گھوم رہا ہے انما یتقبل اللہ من المتقین مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میری کوئی عبادت قبول ہوگی یا نہیں؟

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے اور جو عمل مقبول ہو جائے وہ چھوٹا کیسے کہا جاسکتا ہے۔ غرض کہ خدا تعالیٰ کے دربار میں وہی عمل مقبول ہے جس کا محرک خدا کا تقویٰ ہو۔

## قربانی و اعمال ذی الحجہ میں کوتاہیاں

اسمیں ایک قربانی یہ ہے کہ بعض لوگ باوجود وسعت کے قربانی نہیں کرتے بلکہ بعض خاندانوں میں کئی پشت سے قربانی نہیں ہوئی۔ بعض سستی و بے پروائی کے سبب نہیں کرتے بعض بخل کے سبب کوتاہی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے فرمانِ نبوی ہے کہ جس شخص کے پاس قربانی کی گنجائش ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو ایسا شخص ہرگز ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

بعض لوگ اس لئے قربانی نہیں کرتے کہ وہ اس کے عبادت ہونے میں شبہ کرتے ہیں خصوصاً حج کی قربانی کو بوجہ کثرت ذبائح محض اضاعت مال ہی سمجھتے ہیں حالانکہ عبادت کی حقیقت اطاعت امر الٰہی ہے اس کا حکم ہونا ثابت ہے تو پھر عبادت میں کیا شک ہے۔ اسی طرح اضاعت مال اس وقت ہوتی ہے جب اس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور جب اسمیں فائدہ رضائے حق ہے جس کا مقابلہ کوئی فائدہ نہیں کر سکتا تو اضاعت کیسی ہوئی؟ ورضوان من اللہ اکبر۔

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض وسعت والے قربانی تو کرتے ہیں مگر انکی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کوئی حصہ سستا ملجائے چاہے اسمیں عیب ہی ہو اسکی ایک وجہ بخل ہے اور دوسرے یہ خیال کہ فرض تو ادا ہو جائے گا یہ بھی غلط ہے قربانی ہمیشہ عمدہ جانور کی کرنی چاہیئے حدیث میں ہے کہ (اپنے قربانی کے جانوروں کو فربہ کرو) ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض نادار لوگ جنکے ذمہ حقوق العباد ہیں جن کا ادا ایفا فرض مقدم ہے قربانی کرتے ہیں اور پاس نہیں ہوتا تو

بقیہ صفحہ ۲۹

# عشقِ رسول مومن کی میراث ہے

حافظ عبدالقیوم بی اے

عنوان میں تین الفاظ خاص طور پر تشریح طلب ہیں اِس کے بغیر دعویٰ کی حقیقت اور حقانیت سمجھ میں نہیں آسکتی اور وہ ہیں عشق، مومن، میراث

۱۔ عشق یہ لفظ ایک نہایت قوی جذبے کیلئے اُردو اور فارسی ادب میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ مگر یُوں لگتا ہے کہ اِس میں عظمت یا تقدس کا عنصر مطلوبہ معیار کا نہیں پایا جاتا جبھی تو اللہ کریم کی آخری کتاب میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا حالانکہ یہ خالص عربی زبان کا لفظ ہے۔ بلکہ اِس جذبے کیلئے قرآن حکیم میں لفظ "محبت" استعمال ہُوا ہے۔ اسی طرح احادیث نبویؐ میں بھی جہاں اِس جذبے کی عظمت کا اظہار مقصود ہو وہاں لفظ محبت ہی استعمال ہوتا ہے۔ اہلِ ذوق داخلی کیفیات کے پیشِ نظر اِس جذبے کے کئی مدارج بھی مقرر کر رکھے ہیں مثلاً میلان، رجحان، دلچسپی، محبت، عشق، جنون۔ شعراء کے نزدیک محبت اور عشق کا لفظ ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ جنون کو محبت کا انتہائی بُلند درجہ خیال کیا جاتا ہے۔ جیساکہ ایک واقعہ بھی مشہور ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تو ایک روز بیت اللہ کے طواف کے دوران قیس عامری سے ملاقات ہوئی۔ آپؓ نے اِس سے کہا دیکھ میں نے کیا اچھا کیا مُسلمانوں کی بہتری کے لئے ایک مدبر حکمران کو حکومت سونپ دی۔ قیس کہنے لگا، حسن بھائی

سچی بات تو یہ ہے کہ حکومت نہ تجھے سجتی ہے نہ معاویہ کو ــــ آپ رضؓ نے حیران ہو کر پوچھا کہ پھر کسکو سجتی ہے ؟ کہنے لگا ــ حکومت صرف لیلیٰ کو سجتی ہے . آپ رضؓ نے یہ سُنکر بے ساختہ کہا انت مجنون ـــــ یہ لفظ ایسا مشہور ہُوا کہ آج اسے قیس عامری کے نام سے شاید ہی کوئی جانتا ہو بس مجنوں کا لفظ ہی زبان زد خاص و عام ہے

بہر حال عشق کہئیے یا محبت و جنون یہ جذبہ اپنے وجود اور اپنے اظہار کے لیے طرفین کا متقاضی ہے . یعنی ایک ہو عشق کرنے والا ، دوسرا ہو وہ جس سے عشق ہو . یعنی ایک عاشق ہو اور ایک معشوق . ایک محب ہو ، دوسرا محبوب . تو جب عشقِ رسُولؐ کی ترکیب استعمال ہو گی تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ محبوب تو ہے اللہ کا رسُول اور محب کوئی دوسرا ہے . اور بات آگے چلے گی تو اس دوسرے سے جو چاہنے والا ، محبت کرنے والا اور محبت کی اداؤں پر مر مٹنے والا ہوگا .

۲ ــــ مومن ایمان کہتے ہیں جاننے تسلیم کرنے اور یقین رکھنے کو ، اور مومن کہتے ہیں ماننے والے کو . مگر اصطلاح شریعت میں مومن سے مراد وہ شخص ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعتماد ، آپکی ذات پر یقین کے ساتھ ان تمام اَن دیکھی حقیقتوں کو دل سے تسلیم کرے جن کی اطلاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیں اور یقین اس درجے کا ہو کہ اس کی عملی زندگی میں ہر کام کی بُنیاد اور محرک بن جائے . اگر اس ایمان اور یقین میں چھاپ اُسکی زندگی میں دکھائی نہیں دیتی تو یہ ایمان ناقص ہے یا یُوں کہیے کہ ایمان کی محض ایکٹنگ ہے اور وہ مومن دُنیا کو سٹیج اور زندگی کو ڈرامہ سمجھتے ہُوئے اور ایک ایکٹر کے فرائض سرانجام دے رہا ہے اور اگر وہ مومن دُنیا کی ہر چیز چھوڑ سکتا ہے مگر نبی کریمؐ کے حکم کی تعمیل اور پسند نہیں چھوڑ سکتا تو وہ حقیقی مومن ہے .
اور جو جذبہ اسے اس ترک و اختیار پر آمادہ کرتا ہے وہی عشقِ رسُولؐ یا محبتِ رسُولؐ ہے

۳ ــــ میراث اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک سے دوسرے کو منتقل ہو . چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے وورث سلیمان داؤد اور واورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا اور فخلف من بعدھم خلف ورثوا الکتب علیٰ ہذا القیاس تو جب "مومن کی میراث" کی ترکیب استعمال ہو گی تو لازمًا اس سے مراد یہ ہو گی کہ پہلوں سے پچھلوں کو یہ ورثہ منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے .

اب عنوان کے اصل مضمون کی طرف آتے ہیں . پہلا سوال یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ذات میں وہ کون سی بات ہے جو اتنی جاذبیت اور محبوبیت رکھتی ہے کہ چاہنے والے محبت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس کا اصل جواب تو وہ ہے جو ربِ محمدؐ نے دیا۔ لیکن وہ جواب جو اپنوں اور غیروں کی سر آنکھوں کے مشاہدہ میں آیا وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے — ربِ محمد فرماتا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم وبالمومنین رؤف رحیم یعنی اس میں جاذبیت کا پہلا عنصر یہ ہے کہ اسے ہم نے بھیجا ہے — ہم کون ؟ تمہارا خالق، تمہارا رازق، تمہارا مالک، اس لیئے ظاہر ہے کہ تمہارے فائدے تمہاری بہتری اور تمہاری بھلائی کے لیئے بھیجا ہے۔ دوسری بات یہ کہ تمہاری جنس سے ہے تاکہ تم غیریت اور اجنبیت کا شکار نہ ہو جاؤ کیونکہ ہم نے تمہاری فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ۔ الجنس یمیل الی الجنس۔ تیسری بات یہ ہے کہ چوٹ تمہیں لگتی ہے درد اسے ہوتا ہے۔ یہ

چوٹ جانے کیا ہے

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یہ نفس شاعرانہ تعلّی ہے ہاں اگر یہ بات صادق آتی ہے تو اسی پر جو محسن کائنات بھی ہے اور محبوب کائنات بھی۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اسے ہر وقت تمہاری بہتری کی فکر رہتی ہے۔

یہ چار وصف ایسے ہیں کہ ان کا تعلق پوری انسانیت سے ہے خواہ کوئی ماننے والا ہو یا انکار کرنے والا۔ رہے وہ لوگ اس کے ساتھ پیمانِ وفا باندھ چکے ہیں جنہیں مومن کہا جاتا ہے ان کے متعلق تو ربِ کریم نے اطلاع دی کہ وہ بالمومنین رؤف رحیم۔ رؤف اسے کہتے ہیں جس میں دوسروں کے لیئے رحمت و شفقت اس درجے کی ہو کہ جس سے بلند درجے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سچ کہا ہے جس نے کہا

واحسن منک لم ترقط وجھا
واجمل عنک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

ان حقائق کے پیش نظر جس شخص کے سینے میں دل ہے اور سر میں بھیجا ہے وہ اسے پہچان لینے کے بعد بھی اس سے محبت نہ کرے تو یقیناً کہنا پڑے گا کہ اس کے پہلو میں دل نہیں پتھر کی سل ہے یا برف کی قاش اور اگر وہ مومن بھی ہو اور اس محبوب سے محبت کرنے کا جذبہ اس

کے اندر مفقود ہو تو صرف محبت نہیں بلکہ ایمان ہی مفقود ہے۔ اسی لیے تو اس نے اپنے ربّ کی طرف سے اپنی زبان حقیقت سے ترجمان سے اعلان فرما دیا کہ

یعنی تم سے کوئی مؤمن ہو نہیں سکتا جب تک اس کے دل میں اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور تمام جہان سے بڑھ کر میری محبت موجود نہ ہوگی۔"

یوں سمجھیے کہ ایمان نام ہی محبتِ رسولؐ کا ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جو لوگ اس کی دنیوی زندگی میں اس پر ایمان لائے اور جن میں اس محبوب نے ۲۳ سال گذارے ان میں سے بھی کسی نے اس کے ساتھ محبت کی ــ ؟ تاریخ کی روشنی میں اس کا مختصر جواب تو ہے کہ کسی ایک نے نہیں سب نے محبت کی اور ایسی کی کہ محبت کرنے کا حق ادا کر دیا اور محبت کا معیار قائم کر دیا۔ ایسی محبت نہ تو ان سے پہلے کسی نے کی نہ بعد میں کوئی کر سکتا ہے۔

اس سے محبت کرنے والوں میں امام العاشقین ابوبکر صدیق کو دیکھو ــ گھر بار، مال و دولت اور اپنا سارا کنبہ اس کی محبت میں قربان کر دیا

اس کے چاہنے والوں میں عمر فاروقؓ کو دیکھو جس کیلئے خود اس محبوب نے دعا کی تھی کہ اللہ ابوجہل اور عمر بن الخطاب میں سے جو تجھے پیارا ہے مجھے دے دے اللہ نے دے دیا اور اس نے ایمان لاتے ہی اعلان کر دیا کہ خدائے محمدؐ کی عبادت چھپ کے نہیں سرِ عام ہوگی میں دیکھوں گا کہ کون مائی کا لال روکتا ہے چنانچہ اس نے جو کہا وہ کر کے دکھایا۔

اس کے شیدائیوں میں عثمانِ غنیؓ کو دیکھو اس کی محبت میں کبھی یہودیوں سے کنواں خرید کر وقفِ عام کر رہا ہے کبھی مدینے کے غربا میں قحط کے زمانے میں ہزاروں من غلہ تقسیم کر رہا ہے۔ کبھی اس کے پروردہ ابن عم کی شادی کیلئے تمام مالی بوجھ برداشت کر رہا ہے اور اس کی شفقت اور قدردانی دیکھو کہ یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں اس کے عقد میں دے رہا ہے۔

اس کے محبت کرنے والوں میں علی المرتضیٰؓ کو دیکھو کہ ہجرت کے موقع پر اس کے خون کے پیاسوں کے ارادہ کو جانتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل میں بڑے اطمینان سے اس کی چارپائی پر دراز ہو رہا ہے۔

اس کے چاہنے والوں میں بلال حبشیؓ کو دیکھو ابو جندل کو دیکھو، خباب بن ارت کو دیکھو، آلِ یاسرؓ کو دیکھو، حضرت خبیبؓ کو دیکھو، ابو طلحہؓ کو دیکھو، عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھو، عبداللہ بن عمروؓ کو دیکھو، حضرت حذیفہؓ کو دیکھو

مگر تم کب تک دیکھو گے۔ کہاں تک دیکھو گے ۔۔۔ تمہاری آنکھیں دیکھ دیکھ کے تھک جائیں گی اور ان پروانوں کی تعداد ختم نہ ہوگی۔ اس لیئے تھوڑی دیر دیکھنا موقوف کرو، اس سے پوچھو جو محبوب ہے اس کی سنو جس سے محبت کی جارہی ہے وہ اعلان کررہا ہے احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم یعنی بعد میں آنے والو کان کھول کر سن لو یہ میرے شیدائی اس درجے کے شیدائی ہیں کہ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

محبت اپنے ثبوت میں اطاعت مانگتی ہے۔ اور اطاعت کرنے کے لیئے حکم ملنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور یہ لوگ تو محبت کی راہ میں اطاعت میں سرحدوں سے اوپر جا کر اتباع کے معاملے میں مثال قائم کر گئے ۔۔۔ یہ لوگ تو محبوب کی پسند پر جان دیتے تھے ۔۔۔ محبوب کی اداؤں پر مرتے تھے، محبت کرنے میں یہ لوگ وہاں پہنچے کہ رب کریم نے اعلان فرما دیا اولئک ھم الصادقون۔ اولئک ھم الراشدون، اولئک ھم الفائزون۔ اولئک ھم المتقون اور محبت میں جان کی بازی لگا دینے کا جو سودا کیا ۔۔۔ اللہ کریم نے اس کی اتنی قدر فرمائی کہ بشارت دی فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ ط پراوران کی زندگی میں ہی انہیں یہ سند قبولیت عطا فرمائی کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ جب یہ لوگ اور یہ جماعت پہلے مومن تھے اور پہلے عاشق رسول تو جس طرح ان لوگوں نے دولتِ ایمان سمیٹنے میں پہل کی اسی طرح دولتِ عشق بھی انہوں نے کما کے حاصل کی تو لامحالہ یہ میراث ان کے بعد دوسرے مومنوں کو منتقل ہوئی۔ تو اس میراث کے مستحق کون لوگ ہیں۔

جہاں تک دولتِ ایمان کا تعلق ہے اللہ کریم نے ان کے ایمان کو ایسا معیاری ایمان قرار دیا کہ فرمایا فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا یعنی بعد میں آنے والوں میں سے جو شخص اس طرح ایمان لایا جیسے تم ایمان لائے ہو تو وہ ایمان قبول ہوگا ورنہ مردود ۔۔۔ اور جہاں تک دولتِ عشق کا تعلق ہے اللہ کریم نے اس کے متعلق اعلان فرمایا والسبقون الاولون من المھجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

یعنی مہاجرین اور انصار رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ شیدائی ہیں کہ اللہ نے ان سے راضی ہونے کی سند دے دی۔ اب ان کے بعد جو سچے دل سے ان کا اتباع کرے گا یہی نعمت

اسے بھی ملے گی ـــــ یعنی ان لوگوں نے عشق کی دولت اتباعِ رسولؐ کے ذریعے کمائی اب جو ان کی اتباع کرے اُسے ہی یہ میراث ملے گی۔ یہ اتباعِ سُنّت ہی وہ چیز ہے جسکو اللہؐ رسُول نے معیارِ محبت قرار دیا۔ ارشاد ہے من احب سنتی فقد احبنی یعنی جس کو میری سُنّت کے اتباع سے محبّت ہے وہ میرا محب اور چاہنے والا ہے ورنہ محبّت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور وہ قبول نہیں۔

دنیوی میراث کے متعلق یہ مسلّمہ اصول ہے کہ میراث اسے منتقل ہوتی ہے جو کسی کی صحیح اولاد اور جائز وارث ہو اسی طرح دولتِ ایمان اور دولتِ عشق کی میراث بھی اسے پہنچتی ہے جو صحابہؓ کا صحیح متبع ہو۔ کیونکہ وہی پہلے مومن اور پہلے عاشق تھے اور صحابہ کے اتباع سے روگردانی کرے یا ان سے بغض رکھے وہ نہ تو ایمان کی میراث پاسکتا ہے نہ عشقِ رسُولؐ کی۔ ہاں بغض صحابہ کی وجہ سے وہ بغض رسُولؐ کی دولت سے مالا مال ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی اہلِ ایمان نے ایمان اور عمل میں صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چل کر اتباعِ سُنّت کا اہتمام کیا عشقِ رسُولؐ کے جذبہ سے سرشار رہے۔ جہاں یہ جذبہ کمزور ہوا یا ختم ہوا وہاں یہ حقیقت سامنے آکر رہی کہ ـــــ

؎ عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

یہ ہمارے دَور کا المیہ ہے کہ یہاں ایمان کے دعویٰ کے ساتھ عمل کی صُورت یہ ہے کہ مومنین اور مومنات بازاروں میں جلوس نکال کر نعرے لگاتے ہیں کہ رسُولؐ کی بات نا منظور اور الیشیا سُرخ ہے اور یہ صُورت عوام تک ہی محدود نہیں خواص اور احض الخواص کا یہ عالم ہے کہ رسُولؐ کی بات ٹالنے کے لیے ہر وہ ہتھکنڈہ استعمال کرتے ہیں جنہیں کافر کو بھی شرم محسوس ہو۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مُسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

انسان جسم اور روح کا مرکب ہے جس طرح جسمانی صحت کیلئے آپ خوراک کا خیال رکھتے ہیں اسی طرح روحانی صحت کے لیے خوراک کا بھی خیال رکھیئے

# حضرت حمزہؓ اسلام کی آغوش میں

محمد عنایت اللہ سبحانی

ابوجہل، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے میں ذرا بھی نرم نہ پڑا — وہ موقع بہ موقعہ دل کا بخار نکالتا رہا۔

نبوت کا چھٹا سال تھا۔ ایک روز آپؐ کے پاس سے اس کا گذر ہوا — دیکھتے ہی وہ گالیاں دینے لگا — اور جتنا برا بھلا آپؐ کو کہہ سکتا تھا کہتا رہا — مگر آپؐ اس سے منہ نہ لگے — منہ لگنا تو درکنار آپؐ اس کی طرف متوجہ بھی نہ ہوئے یہ بات اس کو اور کھل گئی اور وہ غصّے سے بے تاب ہو گیا — چنانچہ جھک کر اس نے زمین سے مٹھی بھر کنکری اٹھائی اور روئے مبارک پر پھینک ماری — پھر آپؐ کو دیر تک صلواتیں سناتا رہا — اور منہ میں جو کچھ آتا رہا — بکتا رہا۔

وہیں ایک لونڈی کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی — یہ عبداللہ تیمی کی لونڈی تھی — ہاں وہی عبداللہ تیمی جو آپؐ کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے چچازاد بھائی تھے — قریش کے سرداروں میں اس کا شمار ہوتا تھا اور بہت ہی دولت مند رئیس تھا مگر عیاشی اور بدکاری میں طاق تھا — باندیاں خرید خرید کر رکھتا اور ان سے بدکاریاں کراتا۔

رسولِ خدا سے دشمنِ خدا کا یہ سلوک دیکھ کر اس لونڈی کا دل بھر آیا — کیونکہ اسلام سے اس کو بڑی محبت اور حضورؐ سے بے پناہ اُلفت تھی — اگرچہ لوگ اس بات سے بے خبر تھے اور اس نے کسی کو بھی بتایا نہیں تھا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ اگر آقا جان گیا تو مارتے مارتے بے دم کر دے گا۔

شام کو اسے پیروں کی چاپ سنائی دی یہ چاپ ابوقبیس نامی پہاڑ کی طرف سے آرہی تھی دیکھا تو ایک آدمی چلا آرہا تھا — قد درمیانہ تھا — آنکھیں

سیاہ تھیں ۔ کاندھے چوڑے چوڑے تھے ۔ چہرے سے وقار اور ہیبت ٹپک رہی تھی ۔ کمر میں تلوار بندھی تھی اور گردن سے کمان لٹک رہی تھی ۔ پشت پر ترکش بھی تھا ۔ وہ کون تھا ــــــ ؟ شیر قریش حمزہؓ تھا ان وہی حمزہؓ جو عبدالمطلبؓ کا بیٹا اور حضورؐ کا چچا تھا ایک رشتے سے آپؐ کا خالہ کا بیٹا اور دودھ شریک بھائی بھی تھا ــ وہ شکار سے واپس ہوا تھا اور کعبہ کا طواف کرنے جا رہا تھا اس کا ہمیشہ کا یہی معمول تھا ۔ شکار سے واپس ہو کر سب سے پہلے وہ کعبہ جاتا وہاں پہنچکر وہ طواف کرتا اور پھر گھر واپس آتا ۔

حمزہ قریب ہوا تو لونڈی بولی ــــــ

ابوعمارہ ! کیا آپ لوگوں میں غیرت نام کو نہ رہی کہ بنی مخزوم کے غنڈے محمدؐ کو اتنی آزادی سے ستا رہے ہیں ۔

حمزہ چلتے چلتے رک گئے اور بڑی حیرانی سے پوچھا ــــــ عبداللہ کی لونڈی یہ تو کیا کہہ رہی ہے ؟

لونڈی ــــــ ہیں کیا بتاؤں آج تمہارے بھتیجے پر کیا بیتی !! محمدؐ یہیں پر تھے کہ اتنے میں کہیں سے ابوجہل آ گیا آتے ہی اس نے وہ گالیاں دیں کہ میں تو سر پیٹ کر رہ گئی ، پھر اسی پر بس نہ کیا مٹھی بھر کنکری بھی اس نے

ان کے منہ پر پھینک ماری ــــــ

حمزہ ــــــ کیا یہ آنکھوں دیکھی بات ہے ؟

لونڈی ــــــ ہاں ــــ ہاں میری ان آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے ان کانوں نے سنا ہے

یہ سننا تھا کہ حمزہؓ غصہ سے لال ہو گیا ۔ چنانچہ لپک کر وہ کعبہ گیا ــ اور آج کسی سے بھی کوئی بات چیت نہ کی سلام تک نہ کیا ــــ پہنچتے ہی وہاں ابوجہل پر نظر پڑ گئی جو وہاں لوگوں کے درمیان بیٹھا تھا ــ حمزہؓ بھی تیزی سے اس کی طرف بڑھے اور کمان سنبھال کر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا ــ اب کیا تھا خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور پورا چہرہ لہولہان ہو گیا

پھر حمزہؓ نے پھنکارتے ہوئے کہا کہ وہ میرا بھتیجا ہے جسے تو نے بے وارث سمجھ رکھا ہے ــــ وہ میرا بھتیجا ہے جس کا چہرا گالیاں کھانے اور پتھر کھانے کے لیے نہیں ہے ۔

حمزہؓ بہت بارعب آدمی تھا اس کے غصے سے ہر آدمی کانپتا تھا وہ بگڑ جاتا تو کوئی بول نہیں سکتا تھا اس لیے ابوجہل نے اس خطا کو خوشنما بناتے ہوئے کہا ۔ صاحب ! اس نے تو ہمیں الو سمجھ لیا ہے جو جی چاہتا ہے کہہ دیتا ہے کبھی ہماری عقلوں پر چوٹیں کرتا ہے اور کبھی باپ دادا کے خلاف آواز اٹھاتا ہے اس پر

بھی بس نہیں، وہ ہمارے دیوتاؤں تک کو نہیں بخشتا پھر ہمارے جتنے لونڈی، غلام ہیں ان سب کو بہکاتا ہے۔

حمزہؓ ـــ تم سے زیادہ نادان ہے بھی کون کہ اللہ کو چھوڑ کر بے جان مورتوں کو پوجتے ہو، سن لو میں بھتیجے کے ساتھ ہوں ـــ اب اسلام ہی کے لئے میرا جینا ہے اور اسلام کے لئے میرا مرنا ہے۔"

چونکہ ابوجہل قبیلہ بنو مخزوم سے تھا اور وہاں اس قبیلے کے کچھ لوگ موجود تھے اس لیے فوراً ابوجہل کی مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے حمزہؓ معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے دین سے پھر گئے ہو۔ اور کسی اور کے چکر میں آ گئے ہو

حمزہؓ ـــ جب اس کا حق ہونا مجھ پہ واضح ہو گیا تو پھر کیوں نہ مانوں سن لو محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں بالکل حق ہے خدا کی قسم اب میں اس سے پھر نہیں سکتا ہاں اگر تم سچے ہو اور کچھ بل بوتہ رکھتے ہو، تو روک کر دیکھ لو۔

ابوجہل نے حمزہؓ کا یہ غصہ دیکھا تو ڈرا اور سمجھ گیا کہ اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا چنانچہ ساتھیوں سے بولا ـــ ہٹو جانے دو میں نے واقعی محمدؐ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اس

طرح حمزہؓ نے بھرے مجمع میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور پوری بے باکی سے کہہ دیا کہ میرا وہی دین ہے جو محمدؐ کا ہے۔

مگر پھر لوٹ کر گھر آئے تو فکرمند ہوئے کہ میں جو کچھ کہہ آیا ہوں صحیح ہے، کہیں میں نے غلط بات کا اعلان تو نہیں کیا، کہیں میں جذباتی کی رو میں تو نہیں بہہ گیا۔

اسی طرح سوچتے رہے اور سوچتے رہے یہاں تک کہ آنکھوں آنکھوں میں رات کٹ گئی وہ پوری رات جاگتے رہے اور دعا کرتے رہے خدایا مجھ کو سیدھا راستہ دکھا ـــ میرے دل کو قرار عطا فرما ـــ پھر صبح ہوئی تو انہیں ایسا معلوم ہوا کہ گویا سینے کے پٹ کھل گئے ـ دل کو پورا اطمینان ہو گیا اور باطن نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے بھتیجے کے پاس پہنچے اور اپنے مسلمان ہونے کی خوشخبری سنائی نیز مرتے دم تک دین کے لئے جان لڑانے کا عہد کیا۔ حمزہؓ کے مسلمان ہونے سے "ایوانِ کفر" میں زلزلہ آ گیا ـــ کیونکہ باطل ایک بہت بڑے بہادر اور جانباز سپاہی سے محروم ہو گیا

حمزہؓ کے ایمان لانے سے آپؐ کو کتنی خوشی ہوئی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے ـــ لوگوں نے

دیکھا کہ اس وقت چہرہ مبارک گلاب کی طرح کھلا ہُوا تھا اور چاند کی طرح چمک رہا تھا نیز اسی موقعہ پہ بے اختیار آپؐ کی زبان سے نکلا،

"خدایا حمزہؓ کو ثابت قدم رکھ"

کیونکہ حمزہؓ قریش کے سب سے بڑے پہلوان تھے ان کی بہادری کا ہر طرف چرچا تھا ہر چھوٹا بڑا ان سے دبتا تھا اس طرح ان کا مسلمان ہونا اسلام کے دورِ اقبال کا آغاز تھا پھر اسی وقت بھی آپؐ نے یہ دعا فرمائی "خدایا! عمر اور عمرو میں جو تجھے زیادہ محبوب ہو اس سے اسلام کی مدد فرما"

عمرؓ خطاب کا بیٹا تھا اور عمرو ابوجہل ہشام کا یہ دونوں قریش کے بہت طاقتور اور با اثر سردار تھے۔ آپؐ کی تمنا تھی کہ ان دونوں میں سے کوئی۔ مسلمان ہو جائے کہ اسلام کی شوکت دوبالا ہو جائے

## بقیہ فضائل عشرہ ذی الحجہ

ادھار کرتے ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ یقینی بات یہ ہے کہ روپیہ قرض میں ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ ان سے قربانی کا حصہ خریدا جائے۔

## ہفت روزہ تربیتی تبلیغی پروگرام

۶ — ہفتہ میں ایک پیریڈ ہو جس میں طریقہ تبلیغ سمجھایا جائے۔

ایک ہفتہ گذارنے کے بعد ہم نئی زندگی، نیا عزم اور نئی تڑپ لے کر واپس لوٹے۔

المرشد روحانی
تربیت کا عمدہ ذریعہ ہے
خود پڑھیئے
اپنے عزیز و اقارب کو
پڑھائیے
اپنے دوستوں
کو پڑھائیے!

# بہشت کے باسی

فقیر محمد اکرم عفی عنہ

گرمی اپنے جوبن پر ہے صحرا کی لو بدنوں کو جھلسا رہی ہے اور ایک تنہا عورت ام القریٰ سے نکل کر مدینہ منورہ کو جا رہی ہے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ بستے ہوئے شہر کو چھوڑ کر اس شدّتِ حر میں یکہ و تنہا سینکڑوں میلوں کی مسافت اختیار کر لی آخر ایسی کیا مجبوری تھی موسم کی شدّت کی پروا، کی اور نہ صحرا کی تنہائیوں کو خاطر میں لائی شاید کچھ زادِ راہ پاس ہو مگر کچھ بھی تو نہیں نہ کھانے کی کوئی چیز اور نہ ہی پانی کا قطرہ اور نہ صرف یہ کہ کچھ پاس نہیں بلکہ روزہ بھی ہے یعنی اگر پانی ہو بھی تو غروبِ آفتاب سے پہلے نہیں پیئے گی یہ سب کچھ کیا ہے یہ محبت کے کرشمے ہیں اسے اللہ کے رسولؐ سے محبت ہے وہی اسے کشاں کشاں مدینے کو لے چلی ہے کہ اس کا محبوب وہاں جلوہ افروز ہے محبت کیا ہے؟ تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں تیرا مجبور کر دینا، میرا مجبور ہو جانا

روزہ بھی تو اسی کی اطاعت میں رکھا ہے اسی کی محبت نے اسے عشقِ الٰہی بخشا ہے اور عبادت عشقِ الٰہی کے چراغ کا روغن ہوا کرتی ہے، ذرا ملاحظہ ہوں عشق کی جرأت آمیز آفرینیاں نہ راستے کی طوالت کا اندیشہ نہ زادِ راہ کی فکر اور نہ گرمی کی شدتوں کی پرواہ ہے

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

گرمی ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج بھی اسی مسافرہ کو دیکھ رہا ہے۔ حیران تو ہونا ہو گا —— آہ ذرا جھکتے سورج

کے ساتھ اس کی کیفیت تو دیکھو، ہونٹ خشک ہو کر پھٹ رہے ہیں۔ قدم لرز رہے ہیں ٹانگیں جسم کا بوجھ سہارنے سے عاجز ہوتی جا رہی ہیں شائد غروب آفتاب تک چل بھی سکے گی یا نہیں۔ اب تو موت کی آہٹ بھی اس کے بالکل قریب سے آتی ہوئی لگتی ہے ۔۔ وہ "رَوحا" کے قریب پہنچ گئی۔ اب شائد یہاں رک جائے گی گھڑی دو گھڑی دم لینے کو آخر روزہ بھی تو افطار کرنا ہے، اگر نہیں یہ تو گذر گئی موت سے بے خبر تھکاوٹ سے ناآشنا، اس نے تو یہ بھی نہیں سوچا کہ جب سورج غروب ہوگا تو یہ افطار کیسے کرے گی صحرا کی وسعتوں میں اسے کون پانی دے گا۔ مگر بھئی عشق کی اپنی ادائیں ہیں

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

لو وہ سورج ڈوب گیا ۔۔ اپنا منہ چھپا کر اس کی عظمتوں کا اقرار کر رہا ہے۔ اور اس کی عظمتوں کو سلام کر رہا ہے۔ افطار کا وقت ہو گیا ارے یہ کیا ۔۔ ؟ آسمان سے ڈول اُتر رہا ہے ۔ اللہ اللہ کتنی سچائی ہے اس کے جذبوں میں۔ یہ کسی کی پرواہ کیوں کرے گی جس کی افطاری کے لیے اللہ کریم شربت بھیج رہے ہیں مگر اس نے تو دعا بھی نہیں مانگی ۔۔ ہم تو مانگتے بھی ہیں تو کچھ پتہ نہیں چلتا کوئی کیفیت وارد نہیں ہوتی، کچھ نظر نہیں آتا اور پھر خاموشی سے ہاتھ لپیٹ لیتے ہیں۔ اس نے تو ہاتھ بھی نہیں اُٹھائے۔ وہ دیکھو ڈول منہ کے قریب آکر رک گیا۔ اس میں سفید دودھیا رنگ کا شربت ہے، شاید جنت سے آیا ہو یا حوضِ کوثر سے کوئی نہیں جانتا جس نے بھیجا ہے وہی جانے، خدا کی بندی نے خوب سیر ہو کر پیا اور یہ ایسا مشروب تھا جس نے نہ صرف پیاس بلکہ بھوک بھی مٹا دی اور تھکاوٹ بھی دور کر دی۔

حضرت عثمان بن القاسمؒ فرماتے ہیں یہ ام ایمنؓ تھیں نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامہ اور فرمایا کرتی تھیں کہ بس اس کے بعد زندگی بھر کبھی پیاس نہ لگی حتیٰ کہ جب سخت گرمی ہوتی تو عین دھوپ کی شدت میں میں مسلسل طواف کیا کرتی تھی کہ شاید پیاس لگے لیکن حسرت ہی رہی کبھی پیاس نہ لگی، ان ہی کا لقب تھا "شربیۃ سجادیہ"

مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھیں، رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اٹھ کر ایک برتن میں چھوٹا پیشاب کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس غرض سے ایک لکڑی کا برتن رکھا رہتا تھا۔ ام ایمنؓ کو بھی اسی شب پیاس لگی تھی اٹھیں دیکھا برتن میں کچھ رکھا ہے پی کر سوگئیں — صبح ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یا ام ایمن اھریقی مافی الفخارۃ" یعنی یہ برتن صاف کر دو، عرض کی والذی بعثک بالحق شربت مافیھا" آپکو حق کے ساتھ مبعوث کرنے والے کی قسم وہ تو جو کچھ بھی تھا میں نے پی لیا — اس کے بعد جو کچھ ہوا اسے اردو میں ڈھالنا ممکن نہیں، ترجمہ تو ہو جائے گا مگر وہ لذت کہاں؟ تو اصل الفاظ سنیئے!

فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا اٹھے حتی کہ دندان مبارک چمک رہے تھے، فرمایا آج کے بعد کبھی تیرا پیٹ خراب نہیں ہوگا۔

پھر تو انہوں نے اپنی کٹیا بھی بنالی جب کبھی وہاں ہوتیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جایا کرتا تھا آپؐ اس قدر شفقت فرماتے کہ ام ایمنؓ کچھ کھانے یا پینے کو پیش کرتیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ لوٹاتے خواہ آپؐ کا نفلی روزہ بھی ہوتا تو افطار فرما لیتے اور ضرور تناول فرماتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

جب آپ نے پردہ فرمایا تو خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا چلو ام ایمنؓ کو دیکھ آئیں کہ آپؐ ایسا کیا کرتے تھے کیا شوقِ اطاعت ہے۔ جب وہاں پہنچے تو ام ایمنؓ اس درد سے روئیں کہ انہیں بھی رلا دیا — اور فرمانے لگیں یہ تو جانتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کی نسبت بہت اعلیٰ گھر میں تشریف لے گئے یہ دنیا بھلا کب ان کے لائق تھی، روتی اس لیے ہوں کہ انقطع عنا خبر السماء آپؐ کے رحلت فرمانے سے تو آسمان کی بات ختم ہو گئی — رب العلمین سے گفتگو ہوتی تھی اب نہ رہی۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حکایۃ الاولیا جلد ۲ صد ۶۷

# حکمت قرآنی

ہر تاریکی جو روشنی کو چھپانا چاہتی ہے
ہر سیاہی جو سفیدی کے مقابلے میں ہے، ہر
تمرد و سرکشی جو اطاعتِ الٰہی کی ضد ہے اور
ہر وہ سرکشی جو حقیقتِ اسلامی سے خالی ہے
یقین کرو کہ شیطان ہے اور دُنیا کی ہر لذت
اور ہر راحت جس کا انہماک اس درجہ میں
پہنچ جائے کہ وہ حقیقتِ اسلامی کے انقیاد پر غالب
آ جائے شیطان کی ذریت میں داخل ہے۔ پس
اس کی وجوہ کی نسبت کیوں سوچتے ہو کہ وہ
کیا ہے اور کہاں ہے؟ اس کو دیکھو کہ وہ
تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے —
ما جعل اللہ الرجل من قلبین فی جوفہ
اللہ نے کسی کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے جب
دل ایک ہی ہے تو اس کے دل کا بھی سر
دو چوکھٹوں پر نہیں جھک سکتا اور دُنیا میں دل ہی
ایک ایسا جوہر ہے جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی.
یا قوتِ شیطانی کا مطیع و منقاد ہوگا یا قوتِ رحمانی کا
یا وہ شیطان کا عبادت گذار ہوگا یا خدائے
رحمان کا — عبادت و پرستش سے مقصود یہی
نہیں کہ پتھر کا ایک بت تراش کر اس
کے آگے سربسجود ہو — یہ تو نہایت ادنیٰ درجہ
کا شرک ہے — بلکہ ہر وہ انقیاد — ہر وہ
سخت و شدید انہماک — اور وہ استغراق و
استیلا جو حقیقتِ اسلامی کے انقیاد اور
محبتِ الٰہی پر غالب آ جائے گا اور تم کو اس
طرح اپنی طرف کھینچ لے کہ جسطرح طرف
تمہیں کھینچنا تھا اس کی طرف سے گردن
موڑ لو — درحقیقت وہی تمہاری پرستش اور
عبادت کا بت ہے — اور تم اس
کے بُت پرست —

اصل اور حقیقی شرک یہی ہے ۔

# دیکھتا دیکھتا چلا گیا! گیا!

سیلانی کے قلم سے

۱ـــ اگر کوئی دانشور یہ کہے کہ میڈیکل سائنس کی کسی اصولی کتاب کے سمجھنے کے لیئے کسی ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں،

۲ـــ اگر کوئی فیلسوف یہ ارشاد فرمائے کہ انجینیرنگ کی کسی بنیادی اور اہم اصولی کتاب کو سمجھنے کے لیئے کسی ماہر انجینیر کی طرف رجوع کرانے کی ضرورت نہیں۔

۳ـــ اگر کوئی بزرجمہر یہ سبق دے کہ فزکس کی کوئی کتاب یا نظریہ اضافیت یا سیکنڈ لا ان تھرموڈینامکس سمجھنے کے لیئے کسی ماہر طبیعات کی طرف رجوع کرانے کی ضرورت نہیں

۴ـــ اگر کوئی نابغۂ روزگار اپنی تحقیق یوں پیش کرے کہ معاشیات کی کسی اصولی کتاب کو سمجھنے کے لیئے کسی ماہر معاشیات کی طرف نگاہ کرنے کی ضرورت نہیں

تو ـــــــــــ

سننے والا لازماً یہ سمجھے گا کہ ان علوم و فنون کے سمجھنے کے لیئے اگر ان کے ماہرین کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں تو آدمی کہاں جائے کیا میڈیکل سائنس کسی ملکہ ترنم سے پڑھے کیا انجینیرنگ کسی تانمگیشکر سے سیکھے کیا فزکس کسی دلیپ کمار سے پڑھے یا معاشیات کا علم کسی آرٹ گیلری میں جا کر سیکھے۔

پھر یہ سوچے گا کہ اگر ماہرین فن کوئی بیکار مخلوق ہیں تو یہ میڈیکل کالج، یہ انجینیرنگ یونیورسٹی یہ سائنس کالج یہ کالج آف کامرس کیوں کھولے

گئے ہیں۔ یہ دولت، وقت اور صلاحیت کا ضیاع آخر کیوں ہو رہا ہے؟

آخر اس نتیجے پر پہنچے گا کہ دانشور اور فیلسوف دراصل مینٹل کیس ہیں انہیں جلد از جلد کسی دماغی ہسپتال میں داخل کرنا چاہیے اور یہ کہے بغیر نہیں رہے گا کہ دنیا کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ ہر علم و فن کی بات اس علم و فن کے ماہر سے پوچھو۔ وہی اس میں اتھارٹی ہے اور اس اصول سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرنا صرف ایک مخبوط الحواس ہی کا کام ہے۔

مگر ایئے آپ کو اس سے بھی بڑی ایک بات سنائیں ایک محترمہ نے فرمایا: ــــ "ہمیں قرآن سمجھنے کے لیئے ملاؤں کی طرف رجوع کرانے کی ضرورت نہیں" پھر اس کی وجہ بیان فرمائی ــــــ

"کیونکہ قرآن جو ایک اُمّی لقب پر نازل ہوا تھا اپنے اندر بیان کردہ معاملات میں نہایت واضح ہے" ــــــــــ

ظاہر ہے کہ اتنی بڑی بات کوئی دانشور ہی کہہ سکتا ہے کیونکہ بے دانشی کا ایسی حقائق آفرینی سے کوئی جوڑ نہیں۔ ــــــــ

یہاں آپ یہ سوال نہ کریں کہ پھر کس کی طرف رجوع کریں ــــــ؟

اداکاروں، گلوکاروں، گھسیاروں، کلرکوں، اور رقاصاؤں سے کیا قرآن سمجھیں۔ یہ ایک ماڈرن ریسرچ کا مسئلہ ہے ــــ ملا سے مراد وہ شخص ہے جس نے قرآن سمجھنے میں عمر صرف کی ہو اور قرآن پہ عمل کرنے کا سلیقہ سیکھنے میں مدت گذاری ہو۔ گویا یہ دین کا نمائندہ تصور ہوتا ہے مسلمان کہلا کر براہ راست دین کی توہین کرنا پرلے درجے کی ڈھٹائی کا تقاضا کرتا ہے اس لیئے ماڈرن ازم کا فتویٰ یہ ہے توہین کرو، تحقیر کرو ملا کی جو دین کا نمائندہ ہے اور دین خود بخود رسوا اور ذلیل ہو جائے گا۔ جیسے چنگاری ڈال جمالو دور کھڑی

یہاں ایک مسئلہ توجہ طلب ہے قرآن کے نازل کرنے والے نے قرآن کے سمجھنے کا کوئی طریقہ بھی سکھایا ہے کیا ــ؟ ان سنو وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم یعنی اے میرے رسول ہم نے قرآن تیری طرف اس لیئے نازل کیا کہ تو لوگوں کو یہ قرآن پوری وضاحت کے ساتھ سمجھائے۔

اور یہ اصول قرآن کے لیئے ہی نہیں بلکہ ہر الہامی کتاب کے لیئے نازل ہوا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه لیبین لهم اور ہم نے ہر رسول کو اس قوم کا ہم زبان بنا کر بھیجا تا کہ انہیں ہماری کتاب پوری وضاحت سے سمجھائے۔

عجیب بات ہے کہ اہلِ زبان ہی کی زبان میں کتاب نازل ہوئی - مگر کتاب کے سمجھانے کا کام رسولؐ کو سونپا۔ کیوں ---؟ اس لئے کہ قرآن وہ سمجھائے جو قرآن کا ماہر ہو --- زبان کا ماہر ہونا کافی ہوتا تو رسولؐ کو یہ فریضہ سونپنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مگر رسولؐ نے بالخصوص رسول امیؐ نے قرآن کی مہارت کہاں سے حاصل کی؟ ہاں واقعی سوچنے کی بات ہے مگر قرآن ہی سے پوچھو بتاتا ہے سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ہم تجھے ایسا پڑھائیں گے کہ تو بھولے گا نہیں --- اور پھر پڑھایا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ اور پھر نتیجہ بتا دیا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ معلوم ہوا رسول امیؐ کا استاد اللہ کریم خود ہے جس نے قرآن نازل کیا اور رسول کو قرآن فہمی کا ملکہ اور قرآن سمجھانے کی مہارت رب العلمین سے حاصل ہوئی۔ گویا قرآن خود یہ اصول بتاتا ہے کہ قرآن اس سے سمجھو جس نے قرآن میں مہارت حاصل کی ہو اور رسول نے اپنے شاگردوں کو قرآن سمجھایا اور عمل کرایا اور یہ سکھایا کہ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن سمجھے اور قرآن سمجھائے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن اس سے سمجھو جس کو میں نے قرآن سمجھایا --- اللہ تعالیٰ نے مجھے ماہر قرآن بنایا میں نے صحابہ کو تعلیم دے کر ماہر قرآن بنایا اور انہیں تاکید کر دی کہ یہ قرآن سمجھنے سمجھانے کا سلسلہ اسی طرح آگے چلتا رہے۔

مگر آں محترمہ جو اللہ کو رب اور رسولؐ کو رسول امیؐ تسلیم کرتی ہیں فرماتی ہیں

خدا کی بات اپنی جگہ، رسولؐ کی بات سر آنکھوں پر مگر ہم بھی تو کچھ ہیں ہماری بات یوں ہی پھینک دینے کے قابل نہیں بلکہ نہایت ماڈرن اور اوون فرلیش ہے کہ قرآن سمجھنے کے لئے قرآن جاننے والے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا اللہ کو رب مانو، رسول کو رسول مانو، مگر بات ہماری مانو، اتھارٹی ہم ہیں۔

اب رہی بات رجوع نہ کرنے کی وجہ کی تو اس محترمہ کا ارشاد ہے کہ "قرآن اپنے اندر بیان کردہ معاملات میں نہایت واضح ہے" یہ بھی بیسویں صدی کی ریسرچ ہے۔ اللہ کو معاذ اللہ علم ہی نہیں تھا کہ قرآن نہایت واضح ہے جبھی تو اس نے قرآن کے ساتھ رسول بھیجکر اس کو یہ فریضہ سونپا کہ اس کی تبیین کرے۔

لوگ کتنے ظالم ہیں جو دوسروں پر تہمت لگاتے ہیں کہ رسول کی گستاخی کی ہے۔ یہاں تو لوگ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خدا سے کہہ رہے ہیں کہ تو نے خواہ مخواہ تبیین کا کام رسول کو سونپ دیا تجھے خود خبر نہیں کہ تیرا قرآن خود

نہایت واضح ہے ـــــــــــــ

یہ کام ان کا ہے جن کے حوصلے ہیں زیاد

قرآن کے پیچھے چلنے کی بجائے قرآن کو اپنے پیچھے گھسیٹنے کی تحریک کے ایک "بطلِ جلیل" نے ۱۹۳۵ء میں فرمایا تھا کہ "اگر غور و فکر اور ہدایت و نجات کے لیئے کتاب کی آیات کافی ہو جاتیں تو کتاب کسی پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دی جاتی۔ عوام کے دلوں میں القا کر دی جاتی لیکن اس علیم و حکیم کو خوب معلوم تھا کہ تعلیم بلا عمل اور کتاب بلا رسولؐ ناقص رہ جاتی ہے۔

ــــــ (پرویز ماہنامہ معارف اپریل ۱۹۳۵ء)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب احتیاط کا دامن ہاتھ میں تھا۔ گو اس وقت بھی کہنے والوں نے کہہ دیا تھا کہ ؎

تمہاری احتیاطیں مطمئن کرتی نہیں مجھ کو
سمجھتا ہوں قدم رکھتا ہے چور آہستہ آہستہ

مگر جب آپ کھلی کرتے کرتے مفسرِ قرآن بن گئے تو ۱۹۴۱ء میں معارف القرآن میں وہی کچھ لکھا گیا ہے جو میں نے خالص قرآن کریم سے سیکھا ہے کہ یہی اصول اس کتاب کا نقطہ ماسکہ ہے"

اب "رسولؐ تبیین" کی جگہ "میری سمجھ" نے لے لی ـــ یعنی قرآن کا مطلب کیا ہے ـــ؟ جو پرویز نے سمجھا ـــ اور پرویز نے کیا سمجھا ـــ؟

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

ایک اور بات توجہ طلب ہے ـــ ارشادِ باری ہے کہ قرآن ہدایت ہے:

ان ھذا القرآن یھدی

مگر ہدائیت نام ہے حقیقت کے جاننے اور اس پر عمل کرنے کا اور اس کے لیئے ایک وصف درکار ہے ھدیً للمتقین یعنی اس سے ہدایت وہ حاصل کر سکتے ہیں جن میں تقوٰی کا وصف پایا جائے یعنی اس کتاب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اہلیت کا معیار تقوٰی ہے۔ اس کے متعلق بھی اسی ذات شریف نے ۱۹۳۵ء میں کہا تھا، جب انہوں نے اپنی پسند کا رُخ اسلام ابھی تیار نہیں کیا تھا۔ کہ

"لیکن نقد و نظر احادیث کے لیئے جس تدبر فی القرآن کی ضرورت ہے اس سے ہمارا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ ہر کس و ناکس کے ہاتھ میں قرآن دے کر اسے اذن عام دے دیا جائے کہ جس طرح جی چاہے قرآن کا مفہوم وضع کرے اور اس مفہوم کو معیار قرار دے کر رات خواہ مخواہ

کے چوک میں گذارے۔ صبح اُٹھ کر
اس معیار پہ حدیث کو پرکھنا شروع
کردے اس کے لیئے دماغ علوم دین،
قلب، نورِ ایمان سے مزین ہونا چاہیے
علم کے ساتھ عمل اور عمل کے ساتھ
اخلاص اور تقویٰ ہو اور سب سے بڑھ کر
یہ کہ اس کا تدبر خالصتہً للہ اور حُسن
نیت پر مبنی ہو ورنہ قرآن کی آزادی
کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ؎

ہر لئیمے رازدار دیں شدہ

ہر شخص کا اپنا اپنا دین، اپنا اپنا اسلام
جُدا گانہ نظر آئے گا۔ لہذا ہونا یہ چاہیے
کہ دین کا مرکز تو قرآن ہو اور محیط
احادیث۔

(معارف اپریل ۱۹۳۵ء)

۱۹۷۳ء میں فرماتے ہیں

"جو کچھ اسلام کی طرف سے منسوب
کیا جاتا ہے میں اُسے قرآنی معیار پر
پرکھتا ہوں جسے اپنی بصیرت کے مطابق
قرآن کے مطابق پاتا ہوں اُسے صحیح
قرار دیتا ہوں۔"

لیجئے رسُولؐ کی تبیین دھری کی دھری رہ گئی اس
کی جگہ "پرویزی بصیرت" نے لے لی اور
ماڈرن اسلام تیار ہو گیا۔ یعنی ———

اسلام = پرویزی بصیرت

حیرت ہے کہ اس چند روزہ زندگی
کے کسی ایک شعبہ میں اتھارٹی وہ ہے جو اس
شعبہ کا ماہر ہو اس لیئے اصول ہے کہ فن کی بات
ماہر فن سے پوچھو مگر وہ کتاب جو زندگی اور ابدی
زندگی کے ہر معاملہ میں بحث کرتی ہے اس
کے سمجھنے کے لیئے ہر اناڑی ہی اتھارٹی ہے ؎

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

آخر میں آں محترمہ سے بڑے ادب کے ساتھ
ایک سوال پوچھنے کو جی چاہتا ہے
قرآن کو سمجھنے کے لیئے ملاؤں سے رجوع کرنے
کی ضرورت تو نہیں مگر کیا

۱ — آپکا دماغ علومِ دین سے مزین ہے۔ کون کون
سے دینی علوم پہ آپکو عبور حاصل ہے؟
۲ — قلب نورِ ایمان سے مزین ہے؟
۳ — کیا علم کے ساتھ عمل بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے
۴ — عمل کے ساتھ اخلاص اور تقویٰ بھی ہے۔ تقویٰ
نام ہے اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا

قرآن فہمی کے لیئے پرویز صاحب کا ۱۹۳۵ء کا معیار یہی
اگر یہ سب کچھ ہے تو پھر بر نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
اور اگر نہیں تو سے کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

# افہام و تفہیم

محترم حافظ صاحب!

السلام علیکم! کئی دنوں سے آپ کو خط لکھنا چاہ رہا تھا لیکن کچھ مصروفیات کی بنا پر خط نہ لکھ سکا — اور اب بھی صحیح صورتِ حال پتہ نہیں لیکن شاید پھر بعد میں خط لکھنے کا وقت نہ ملے تو آج ہی خط لکھ رہا ہوں۔

اس سال حج کے لیے جانے کا ہمارا ارادہ ہے۔ سیٹ ۲۲ جون کی بک کروائی ہے لیکن انٹرنیشنل پاسپورٹ پر NOC اور ویزا نہ ہونے کی وجہ سے شاید روانگی کی تاریخ تبدیل کرنی پڑے ہمارا ارادہ ہے پہلے لندن پھر فرانکفرٹ استنبول اور پھر ۱۷ جولائی کو جدہ پہنچیں گے۔ دعا کیجیے کہ اللہ یہ سارے مراحل آسان کر دے اور ہمیں یہ خوش نصیبی عطا فرمائے آمین۔

خط لکھنے کا مقصد آپ سے یہ طریقہ پوچھنا ہے جس سے ہم حج کے لیے زیادہ سے زیادہ اپنے قیام کو بامقصد گذار سکیں۔ اس دفعہ جانے میں اپنے ساتھ ذہن میں کچھ پرابلم بھی ساتھ لے جا رہا ہوں — مثلاً کہ غارِ حرا میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنے کے لیے کہا اور حضورؐ نے جواباً نہ جاننے کا کہا — حضرت جبرائیلؑ نے حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھینچ دیا — اس وقت انسانی جذبے کی ایک نئی جہت کا آغاز ہوا اور اس تجربے کی انتہا معراج میں ہوئی — قرآنی آیات کے پیچھے تاریخی واقعات کے علاوہ تجربے کی ایک جہت موجود ہے — وہ جہت جاننا چاہتا ہوں اسی طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ غارِ حرا، کعبۃ اللہ اور قرآن کریم کی معرفت جاننا چاہتا ہوں اور وہاں جا کر زیادہ سے زیادہ اس انداز میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

۲۲ جون کو NOC کی وجہ سے ہمیں تاریخ بدلوانی پڑی ہے، فی الحال روانگی کی تاریخ یکم جولائی رکھوائی ہے اگر سعودی ویزا پہلے مل گیا تو یکم سے پہلے جانے کی کوشش کریں گے۔

امید ہے آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں

گے کہ سعودی عرب میں قیام کے دوران کہاں اور کیا کرنا چاہیے؟ اور تجربے کی اس جہت تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ اپنے خط سے اولین فرصت میں نوازیں گے

والسلام مخلص

ظفر احمد

---

عزیز محترم ظفر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ کیا پہنچا آپ نے حقائق کا ایک باب کھول دیا اور میں اپنی علمی کم مائیگی سے اچھی طرح واقف، مگر بایں ہمہ جو کچھ سمجھ میں آتا ہے عرض کئے دیتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ نبوت دو قسم پر مشتمل ہیں اول اللہ کریم سے براہ راست لینا، دوم انسانیت کو وہ دولت تقسیم کرنا ——

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اس سے خاک کا پتلا کیسے بالمشافہ براہ راست مکالمہ کرے اور کچھ حاصل کرے۔ اگر فرشتہ کے ذریعے ہو تو وہ بھی نورانی مخلوق تو اللہ کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ اطہر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اللہ کریم سے لینے کے لیے حضور اکرم کے قلب اطہر کو مختص فرمایا

فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ یعنی

نزولِ کتاب حضور اکرم کے قلب اطہر پہ ہوا۔ اور اس قلب کی خصوصیت کیا ہے ارشاد فرمایا

تنام عینای ولا ینام قلبی یعنی

میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا اور نہ سونا نوری مخلوق کی خاصیت ہے اور سونا خاکی مخلوق کا خاصہ

دوسرا پہلو خاکی مخلوق کو بانٹنا ہے تو اس عمل کے لیے ہم جنس ہونا ضروری ہے۔ تو قلب کے علاوہ جسم کا باقی حصہ جس میں زبان سر فہرست ہے یہ مخلوق میں تقسیم کرنے کے لیے ہے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب کے حصول کے اعتبار سے نوری ہیں اور کتاب کی تعلیم و تفہیم کے لحاظ سے خاکی ہیں مگر یہ قلب اطہر بھی تو جسدِ اطہر ہی میں موجود ہے۔ نزولِ کتاب کے وقت جسد کا متاثر ہونا قدرتی امر ہے اس جسدِ اطہر کو قلبِ اطہر کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کے لیے دو تدابیر ہیں

۱ — تبتل کے ساتھ ذکرِ الٰہی تو غارِ حرا اسی کا محل اور مقام ہے

۲ — ایک نورانی مخلوق جبرئیل امین کا انسان کی شکل میں متشکل ہو کر جسدِ اطہر کو تین مرتبہ بھینچنا دوسری تدبیر ہے۔ اسی بنا پر صوفیائے کرام ذکر قلبی سکھاتے وقت تین دفعہ توجہ دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ غارِ حرا تبتل کا سمبل ہے کعبۃ اللہ زندگی کا دوسرا پہلو ہے۔ یعنی اللہ کریم سے لینے

کے بعد آدم خاکی کے اندر اور باہر، ذہن اور اعضاء و جوارح میں کیا تبدیلی آنی چاہیے تو اس کے لیے کعبۃ اللہ کو مرکز قرار دے کر اس کے گرد جسم خاکی کا گھومنا اور طواف کرنا دراصل اس حقیقت کی مادی اور مرئی صورت ہے کہ جس طرح میرا قلب اور میرا ذہن اللہ کی رضا کے گرد گھومتا ہے اسی طرح میرا یہ مادی جسم اس مادی مرکز کے گرد گھومتا ہے۔

**قرآن:** سوچ ہو یا عمل ذہن ہو یا اعضاء و جوارح انسانی کے مرکز اور محور ذات الٰہی، محبتِ الٰہی اور رضائے الٰہی ہیں مگر اس اقدام کا سلیقہ اور طریقہ قرآن سے سیکھنا ہوگا۔ قرآن سے بے نیاز ہو کر جو عمل بھی کیا جائے اسے عملِ صالح نہیں کہا جا سکتا لہٰذا اس کا مرکز بھی محبتِ الٰہی نہیں ہو سکتا۔

قرآن ایک طرف تو رہنما ہے دوسری طرف ذات باری سے ہمکلام ہونے کا ذریعہ ہے۔

حرمین شریفین چونکہ نزولِ قرآن کے محل اور مقامات ہیں اور غارِ حرا سے اس کا آغاز ہوا لہٰذا ان تمام واقعات کو نزولِ قرآن کے حوالے سے دیکھنا اور اس پر سوچنا، حقیقت کے قریب لیجانے کی تدبیر ہے

**معراج:** جسم خاکی کو جبرائیل امین کے تین دفعہ بھینچنے سے نہ صرف یہ کہ جسم خاکی میں صفات ملکوتی در آئیں بلکہ اس کی لطافت کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب جسم خاکی ملاءِ اعلیٰ میں پہنچ گیا بلکہ وہاں پہنچ گیا جہاں پہنچنے والا ہی جانتا ہے یا وہ جس نے پہنچایا۔

معراج کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ جسم خاکی کی سواری نوری مخلوق براق کو بنایا گیا جبرئیل امین ساتھ ہوئے مگر ایک مقام پہ پہنچ کر رک گئے کہ اس سے آگے میں نہیں جا سکتا یوں لگتا ہے جیسے عالم ناسوت کی کشش ثقل کے دائرے سے باہر پہنچا کر جبرائیل الگ ہو گئے کہ آگے عالم لاہوت کی کشش خود لے جائے گی یعنی اب جسدِ اطہر میں وہ لطافت آچکی تھی کہ آگے کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہ تھی

میری سمجھ میں تو یہی کچھ آتا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ یہ جاننا حقیقت کے کتنا قریب ہے

سعودی عرب میں قیام کے دوران کرنے کا کام یہی ہے کہ آدمی سوچتا رہے کہ ان سنگلاخ چٹانوں سے جو ہدایت اور معرفت کا چشمہ پھوٹا ہے وہ پوری انسانیت کے لیے تھا میں نے اپنے دل و دماغ روح اور اعضاء و جوارح کو کس حد تک سیراب کیا اور کتنی کوتاہیوں ہوئیں ان کوتاہیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ استغفار اور آئندہ کیلئے زیادہ سے زیادہ توفیق کی دعا اور بس۔

جانے سے پہلے حج کے مناسک خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں

والسلام
ناچیز عبدالرزاق

# ہفت روزہ
# رُوحانی تربیتی پروگرام

از

ڈاکٹر عابد حسین ایم بی بی ایس

دارالعرفان

۷ مارچ ۱۴ مارچ

بے علمی، کم علمی اور ایکٹنگ کے اس دور میں عمل علم اور خلوص سکھانے کا اہتمام کیا گیا۔ ایسے دور میں جبکہ اسلام کے کسی ایک پہلو کو اپنا کر دوسرے پہلو تشنہ چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ عقائد، عبادات معاملات اور اخلاق کے سبق پڑھائے گئے۔ اس پروگرام میں گیارہ ساتھیوں نے شمولیت کی۔ راولپنڈی، جہلم، وہاڑی، خانیوال اور مانسہرہ سے ایک ایک، پشاور سے دو، ایبٹ آباد سے اور گجرات سے تین تین، سیالکوٹ سے اور مردان سے چار چار ساتھی شامل ہوئے۔ اور ایک نئی زندگی، نیا عزم اور نئی تڑپ لے کر واپس آئے۔

اس پروگرام کے تین حصے تھے

۱ — وہ انوار و کیفیات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینئہ اطہر سے صحابہ کرامؓ، تابعین تبع تابعین اور اولیاء اللہ کے سینوں میں منتقل ہوتے چلے آئے ہیں ساتھیوں کے سینوں میں منتقل ہوئے۔ صبح و شام ذکر کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی کی صحبت نصیب ہوئی۔ اللہ اللہ کرنے اور حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی کی توجہ سے تزکیہ باطن ہوا۔

۲ — بہت سے ساتھیوں نے لائبریری کی کتابوں سے استفادہ کیا۔ بہت سے ساتھی کتابیں خرید کر ساتھ لے گئے تاکہ اور ساتھی بھی مستفید ہوں۔

۳ — عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق — (کلمہ طیبہ مفہوم اور تقاضے، عقائد، غسل، وضو، تیمم، نماز، اخلاق، روزہ، زکوٰۃ، عشر، حج و عمرہ، نماز جنازہ تقویٰ، ذکر خفی، لطائف و مراقبات، اخلاص بیعت سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ، صبر و شکر، معاملات، ایفائے عہد، حقوق، رزق حلال، آداب، حسد، عجب و تکبر غیبت و بہتان، جھوٹ، ریاکاری، رشوت و سفارش اور توبہ) کی حقیقت اور روزمرہ کی زندگی کی مثالوں سے دلنشیں انداز میں سمجھائی گئی۔ ان موضوعات پر حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب، حضرت حافظ غلام قادری صاحب، حضرت علی احمد صاحب اور جناب محمد سرور

صاحب کے لیکچر ہوئے، ایسے دور میں جبکہ ایک ہی انداز میں بار بار وعظ سُن کر دل اُچاٹ ہو چکے ہیں۔ بالکل منفرد انداز میں سمجھایا گیا۔ روزمرہ زندگی کی مثالیں دیکر گہرے مسائل واضح ہوتے۔ حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب نے ہر TOPIC کی تعریف مختصر مگر جامع الفاظ میں کی۔ کم وقت میں ایسے سمجھایا کہ اس موضوع پر کوئی تشنگی نہ رہی۔ حافظ غلام قادری صاحب ساتھیوں کے ساتھ گھل مل گئے اور ساتھیوں کے daily routine سے مثالیں دیکر خوب سمجھایا۔ ہر لیکچر کے آخر میں ساتھیوں کو اپنے شکوک دور کرنے کا موقع دیا جاتا۔ ساتھیوں نے بہت اہم سوالات کئے۔ حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب نے مدلل اور حضرت غلام قادری صاحب نے دلکش اور دوستانہ انداز میں جوابات دیئے۔

## کلمہ طیبہ

یہ اقرار ہے کہ میرا خالق اللّٰہ ہے۔ میں اس کا بندہ ہوں، بندہ بنکر رہوں گا۔ صرف اسی کی عبادت کروں گا اور اللّٰہ کو ایسے مانوں گا جیسے نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اب یہ اقرار کرنے کے بعد بندہ صرف اللّٰہ کے حضور جھکتا ہے۔ اپنا حاجت روا صرف اسی کو سمجھتا ہے۔ جب یہ کلمہ مبارک پڑھا تو اللّٰہ کریم کا کرم دیکھیں، پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ کرم کی انتہا دیکھیں ساری کائنات میں اللّٰہ کی رحمت بانٹ رہے ہیں تو محمّد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ اللّٰہ کریم بندہ کو پہلا سبق بھی یہی دے رہے ہیں کہ دیکھنا کہیں محمّد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا دامن رحمت نہ چھوڑ دینا۔

حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب نے بڑی پیاری مثال دی فرمایا — یہ ایک قسم کی "قسم پریڈ" ہے اس کے بعد بندہ پر اللّٰہ کا قانون نافذ ہو جاتا ہے اور وہ دل کی گہرائی سے ماننا پڑتا ہے۔ یا تو بندہ "قسم پریڈ" میں شامل نہ ہو۔ اب اگر ہو گیا ہے فوجی وردی پہن لی ہے تو اب دل و جان سے اسلام پر عمل کرنا پڑے گا۔ اب "کیوں" کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

## نماز

خداوند تعالیٰ کی ذات اپنی مخلوق پر بڑی رحیم و کریم ہے۔ کرم کی انتہا ہے۔ انسانوں کی روحوں کا اجلاس کیا اپنا جلوہ دکھایا اور پھر پوچھا — "کیا میں تمہارا رب ہوں" ایسا کیوں کیا — ؟ وہ ذات اقدس اپنی مخلوق پر بہت زیادہ مہربان ہے۔ اُسے علم ہے کہ انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ اُسے خالق کا قرب نصیب ہو۔ خالق پر کامل ایمان ہو۔ انسانوں کی بھلائی ہی کے لیئے وعدہ لیا جارہا ہے تاکہ کل یہ بھول نہ جائے۔ آج خالق سے وعدہ کرے — اپنا جلوہ دکھا کر اپنے آپکو منایا جارہا ہے عجیب معاملہ ہے — کرم کی انتہا ہے — کہا جارہا ہے اے میرے بندو — ! دیکھو وعدہ کرو کہ تم اپنی بھلائی چاہو گے اپنے خیر خواہ بنو گے — میرا قرب حاصل

کرو گے ۔ میں جس امتحان گاہ میں تمہیں بھیج رہا ہوں وہاں مجھے بھول نہ جانا ۔

اور انسان کس قدر بد قسمت ہے کہ یہاں آ کر اپنا وعدہ بھول گیا ۔ وہاں جو وعدہ کیا تھا " اپنی بھلائی چاہے گا " بھول گیا ۔ اپنے راہ میں خود کانٹے بچھا رہا ہے ۔ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہا ہے ۔

مجھے یاد ہے ایک بار جھنگ سے فیصل آباد تک کا سفر بس میں کیا ۔ ساتھ دو آدمی بیٹھے تھے پہلے کچھ دیر ایکدوسرے کے منہ کی طرف دیکھتے رہے ۔ پھر تعارف ہوا ۔ بچپن کے دوست تھے ابھی ۲۵، ۳۰ سال بعد ملے تھے اب انہوں نے اپنا ماضی بیان کرنا شروع کیا، تعلیم، شادی، بچے، کاروبار، دوستیاں، زندگی کے ہر پہلو پر بات ہوئی ۔ ہاں کسی نے بھی دوسرے سے نہ پوچھا کہ تمہارا اپنے رب کے ساتھ کیسا ربط ہے ؟ وہ جو وعدہ کیا تھا کہاں تک نبھایا جا رہا ہے " اکثر یہی حالت ہے اِلّا ماشا اللہ

کیا کہیں دل پھٹتا ہے ۔ ایکطرف کرم کی انتہا کہ دن میں پانچ بار خالق کی طرف سے مخلوق کو بلایا جاتا ہے " اے میرے بندو آؤ ! میری بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ ۔ مجھ سے دل کی باتیں کرلو ۔ مجھے اپنا محبوب بنالو آؤ ! تمہاری بھلائی اسی میں ہے ۔ مخلوق ہوتے ہوئے خالق کی چاہت کرو " خالق مخلوق کو بلا رہا ہے مگر ۔۔۔ افسوس

اور اگر کارروائی پوری کرنے کے لیئے ہم اللہ کے گھر چلے بھی جاتے ہیں تو ہمارا وجود وہاں ہوتا ہے ۔ دل باہر دُنیا کے دھندوں میں مشغول ہوتا ہے ۔ ہماری زبان نے نماز رٹ لی ہے ۔ دل اُس سے آشنا نہیں ہوتا بس ایک کیسٹ ہے ON کر دی ۔ تب پتہ چلا جب کیسٹ ختم ہوگئی اس دوران کیا ہوا ہمیں کچھ پتہ نہیں ہوتا ۔ خدارا سوچیں ! خالق نے ہمیں بلایا ۔ آؤ مجھ سے باتیں کر لو اپنی مُرادیں مانگ لو ۔ ہم حاضری لگوانے چلے گئے اس دوران اپنے رب سے محوِ گفتگو ہیں مگر ہمیں پتہ نہیں ہم کیا عرض کر رہے ہیں ۔۔۔ ذرا سوچیں ہم دنیاوی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اُس سے باتیں کر رہے ہوں مگر ہمیں پتہ نہ ہو ہم کیا کر رہے ہیں تو اس بادشاہ کا ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا اور پھر نماز کے الفاظ پر غور فرمائیں ۔ ہر جگہ ہماری ہی بھلائی کی باتیں ہیں کہیں خالق کی حمد و ثنا ہے ۔ کہیں خالق سے سیدھے راستے پر چلنے کی دُعا مانگی جا رہی ہے ۔ اُن لوگوں کی قربت سے بچنے کی دُعا مانگی جا رہی ہے جو غضبِ الٰہی کا شکار ہوئے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا جا رہا ہے ۔ اللہ خود سمجھاتا ہے سکھاتا ہے کہ ایسے مجھ سے مانگو نماز اللہ کریم کا مسلمانوں کیلئے عظیم تحفہ ہے ۔ عظیم نعمت ہے ۔

اِس تربیتی پروگرام میں نماز کے بارے میں تفصیلا بتایا گیا حقیقتِ نماز کیا ہے ؟ نماز کے معانی کیا ہیں نماز کے مسائل کیا ہیں ؟ نماز ایک دوسرے کو سنائی گئی

جہاں جہاں غلطیاں تھیں درست کی گئیں۔

**نمازِ جنازہ**

نمازِ جنازہ کے متعلق تفصیلاً بتایا گیا۔ دکھ کی بات ہے ہم مرنے والوں سے بھی دھوکہ کرنے سے باز نہیں آتے نمازِ جنازہ کی دعا یاد نہیں ہوتی۔ ہر معاملہ میں ایکٹنگ کرتے ہیں

**اعمال**

کے موضوع پر حافظ غلام قادری صاحب نے بڑی پیاری مثال دی " اگر مقناطیس کے قریب کوئی لوہے کی چیز پڑی رہے تو آہستہ آہستہ خود مقناطیس بنجاتی ہے۔ ایسے ہی دوزخ کو مقناطیس سمجھیں۔ جب لوگ گناہ کرتے ہیں تو دوزخ اور ان کے درمیان ایک مقناطیسی کشش پیدا ہوجاتی ہے۔ ان کے اندر ایک قسم کی دوزخ جنم لیتی ہے سکونِ قلب ختم ہوجاتا ہے۔ اب چاہے جتنی بھی دنیاوی آسائیشیں ہوں اندر ایک دوزخ جل رہی ہوتی ہے جو چین نہیں لینے دیتی۔ اگر نیکی کا کام کریں تو جنت اور ہمارے درمیان ایک کشش پیدا ہوجاتی ہے ہمارے اندر ایک طرح کی جنت جنم لیتی ہے۔ ہم پرسکون رہتے ہیں چاہے مصائب کے پہاڑ گر پڑیں۔ اگر برائیاں زیادہ ہوں تو دوزخ کی کشش مضبوط ہوتی چلی جائے گی۔ اگر نیکیاں زیادہ ہوں تو جنت کی کشش مضبوط ہوتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ جب برزخ میں چلے جاتے ہیں تو اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ سے ربط مزید واضح ہوجاتا ہے۔ یوم محشر جب تلوار سے تیز، بال سے باریک پل صراط پر سے گذریں گے۔ اگر گناہ زیادہ ہوئے تو دوزخ والی کشش حاوی ہوجائے گی اور دوزخ میں گر پڑیں گے۔ اگر گناہ کم ہوئے تو مزید کچھ فاصلہ طے کرلیں گے پھر گریں گے اس کے برعکس اگر جنت والی کشش زیادہ ہوئی (نیکیاں زیادہ ہوئیں) تو دوزخ پرے دھکیلے گی جنت کھینچے گی۔ اور پلک جھپکنے میں پل صراط سے گذر جائیں گے، انشاءاللہ

**توبہ**

حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب نے فرمایا:

اس کے تین مراحل ہیں (۱) تسلیم کرنا کہ گناہ ہوا ہے (۲) کیے پر شرمندہ ہونا (۳) دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرنا کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ اگر بالفرض توبہ کے بعد بھی پھر گناہ ہوجائے تو پھر توبہ کرے۔

توبہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں اس کے بارے میں مثال دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اگر ہم کچھ تحریر کر رہے ہوں اور ہم سے کوئی غلطی ہوجائے تو وہ لفظ کاٹ کر آگے لکھیں گے۔ اب اگر کوئی صاحب وہ تحریر پڑھیں تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ یہاں پر غلطی ہوئی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ Ink Remover سے غلط کا وجود ختم کردیا جائے۔ دوسری مثال یوں ہے کہ ایک ریکارڈ شدہ کیسٹ پر دوبارہ ریکارڈ کریں تو پہلی ریکارڈنگ کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ ایسے ہی ربِّ کریم گناہ کا نام ونشان بھی مٹا دیتے ہیں بشرطیکہ بندہ دل

کی گہرائیوں سے واپس لوٹ آئے ۔

**اعمال** کچھ لوگ مقدر کی عجیب توجیح کرتے ہیں کہ اب نماز پڑھنے سے کیا فائدہ ؟ ہوگا وہی جو مقدر میں ہوگا۔ اس کا جواب حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب نے یوں دیا کہ جب مقدر ہی ملنا ہوتا ہے ۔ کام کاج کیوں کرتے ہیں ہاتھ باندھ کر بیٹھے رہیں ۔ مقدر تو مل ہی جائے گا ۔ شادی نہ کریں جو اولاد مقدر ہوگی ملجائے گی ۔

بزرگوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے متعلق حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب نے ایک واقعہ سنایا " میں کالج میں پڑھایا کرتا تھا ۔ بات ہوئی بزرگوں کے تجربات کی کہ بزرگوں کے تجربات سے بندہ اپنی زندگی سنوار سکتا ہے " ایک طالب علم کھڑا ہو گیا اور کہا کہ جب تک انسان خود ٹھوکر نہ کھائے سیکھتا نہیں " میں نے جواب دیا کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے سنکھیا کھانے سے بندہ مر جاتا ہے تم تجربہ تو کر دیکھو ۔

**آخرت** روزِ محشر حساب کتاب کے بارے میں حضرت حافظ غلام قادری صاحب نے فرمایا کہ آج اگر اس قادر نے گوشت کے لوتھڑے کو قوت گویائی دی ہوئی ہے تو اس دن جسم کے ہر حصے کو یہ قوت ملجائے گی ، وہ سب کچھ بیان کر دے گا ۔ جیسے آج گراموفون اور کیسٹ پر تھوڑے سے مصالحہ پر سب کچھ محفوظ ہو جاتا ہے اور جب جی چاہا سن لیا ، ایسے ہی اللہ کریم نے شروع ہی سے انسان کی جلد اور ہر حصے میں یہ سسٹم لگا رکھا ہے بروز محشر اس سکرین پر ماضی کا ہر عمل اور واقعہ ظاہر ہو جائے گا ۔

**ذکر** کرنے کا طریقہ عملی طور پر دکھایا گیا ، کرایا گیا ۔ لطائف اور مراقبات کے بارے میں تفصیلاً بتایا گیا ۔

**ایفائے عہد** کے بارے میں حضرت علی احمد صاحب نے فرمایا :

(۱) خدا سے کئے گئے وعدے کو پورا کرنا " الست بربکم "

(۲) آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرنا خصوصاً وہ حضرات جنکی روحانی بیعت ہو چکی ہے ۔

(۳) مرشد سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرنا ( ظاہری بیعت )

(۴) اپنے دوستوں ، کاروباری ساتھیوں اور دیگر لوگوں سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرنا ۔

**تکبر** کے موضوع پر حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب نے فرمایا : ۔ اس کے تین مراحل ہیں

(۱) بندہ اپنے آپکو بڑا سمجھتا ہے ۔

(۲) اپنی بڑائی بیان کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ بھی اسے بڑا سمجھیں ۔

(۳) لوگوں سے منواتا ہے کہ میں اُن سے افضل ہوں ۔

تکبر بہت سی برائیوں کی جڑ ہے اور یہ وہ برائی ہے جو کسی صوفی کے دل میں سے آخر میں نکلتی ہے ۔

## گناہ

کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں (۱) گناہ بالذت کسی کی چوری کی کچھ فائدہ ہوا۔ (۲) گناہ بے لذت، غیبت، حرص، حسد وغیرہ فائدہ تو کچھ نہیں ہوتا، انسان خود تباہ ہو جاتا ہے۔

حافظ غلام قادری صاحب نے فرمایا کہ نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں

(۱) وہ جو بدن سے کی جاتی ہیں، جیسے نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا۔ (۲) وہ جن کا تعلق صرف دل سے ہوتا ہے جیسے صبر، توکل، رضا، عاجزی وغیرہ، یہ کسی صاحب دل کے پاس ہو کر ہی حاصل ہوتی ہیں۔

## صبر و شکر

تقدیر کے بارے میں دو لائحہ عمل ہیں:

(۱) اصولِ تفویض، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ہم اس پر راضی ہیں (۲) اصولِ تجویز، بندہ خود تجویز کرے کہ اس معاملہ میں یوں ہو یوں نہ ہو،

اصولِ تفویض والے ہمیشہ پُرسکون رہتے ہیں جبکہ اصولِ تجویز والے ہمیشہ بے سکون، کیونکہ بندہ خود تو خدا بن سکتا نہیں، لازماً بے سکون رہے گا

## جذبات

ساتھیوں کے عجیب جذبات تھے۔ ایک ساتھی نے بتایا کہ تقریباً وہ ذکر چھوڑنے والا تھا اب اُسے ایک نئی تحریک ملی ہے۔

ایک ساتھی نے بتایا کہ زندگی میں پہلی بار اُسے یہ کیفیت نصیب ہوئی ہے کہ نماز کے دوران وہ اللہ کے حضور حاضر ہے اور دست بستہ عرض کر رہا ہے اور پہلی بار قرآن مجید میں اُسے محسوس ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے مخاطب ہے۔

ایک ساتھی نے بتایا کہ اُسے پہلی بار یہ محسوس ہوا ہے کہ اسلام ہمارے لیے رب کائنات کا عظیم تحفہ ہے۔

ایک ساتھی نے بتایا کہ میں اپنی گذشتہ زندگی پر شرمسار ہوں کہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر عرض کرتا رہا مگر علم نہ ہوتا تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

## تربیتی پروگرام

کے آخر میں ساتھیوں نے یہ تجاویز پیش کیں:

(۱) اس تربیتی پروگرام کے علاوہ دوسرے معمول کے پروگراموں (اعتکاف وغیرہ) میں بھی اسی طرح کے لیکچر ہوں اور لیے ہی تربیت کی جائے۔

(۲) اس پروگرام کے دوران روزانہ ایک پیریڈ میں قرآن مجید پڑھایا جائے تاکہ تلاوت قرآن میں الفاظ کی ادائیگی کی تصحیح ہو

(۳) اس پروگرام میں معمول کے ذکر کے علاوہ مزید ذکر محفلیں ہوں

(۴) ایک پیریڈ میں روزمرہ کی زندگی سے متعلقہ آپ ﷺ کی مبارک سنتوں کے بارے میں بتایا جائے۔ (۵) روزانہ ایک پیریڈ میں آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی مبارک زندگیوں کے واقعات و حالات بیان کیے جائیں

بقیہ صہ ۲۹ پہ

# تبصرہ کتب

نام کتاب ——— ماہنامہ النصیحۃ
مقام اشاعت ——— چارسدہ پشاور
بدل اشتراک ——— ۴۰ روپے سالانہ

ماہنامہ "النصیحۃ" چارسدہ کے دو پرچے دیکھے اوّل شعبان المعظم دوسرا رمضان المبارک کا حق تو یہ ہے کہ ہر پرچہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے

ماہنامہ ہو۔ ہفت روزہ۔ یہ سب ادب کی خدمت کیلئے ہوتے ہیں اس لیئے ان کی زبان کا ادبی ہونا ہی ان کی حیات کا سبب بھی ہوتا ہے اور ان کا فریضہ بھی مگر نرا ادب مسلمان کی ضرورت پوری نہیں کرتا بلکہ عالم اسلام کے لیئے وہ ادب عالیہ چاہیے جس کی تمام تر ادبی کاوش جمالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آراستہ ہو اللہ کا ذکر ہو اللہ کے رسول کا ذکر ہو اللہ کے بندوں کا ذکر ہو اور مضامین میں حُسنِ ترتیب ضرورتِ وقت اور قاری کے مزاج کا لحاظ ہو تو کتنی خوبصورت بات بنتی ہے۔

اس حُسن کو میں نے النصیحہ میں جلوہ ریز دیکھا ہے۔ خصوصًا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل ایک ایک وصف عالی کو علیحدہ علیحدہ اجاگر کرتا ہوا بہت خوبصورت لگا اور علمارِ اُمت جن کی شہرت نے ان کے ناموں کو لوگوں تک پہنچایا مگر حقیقی تعارف سے لوگ ناآشنا ہی رہے ان علمار حضرات کو یہ سعادت حاصل رہی ان حضرات کے ذکرِ خیر کا انداز بھی دلربا ہے اور عام فہم بھی اور آج کی اہم ضرورت بھی "النصیحۃ" کی یہ ادا بھی بہت پسندیدہ ہے اللہ کریم اسے مزید توفیقِ عمل دے اور اس کی کوششوں کو شرفِ قبولیت بخشے

مضامین اعلیٰ ترتیب حسین اور وقت کے مطابق مسائل کا تذکرہ یہ النصیحہ کے خدوخال ہیں

دُعا گو
فقیر محمد اکرم عفی عنہ